سورۃ آل عمران (آیت 160-166)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ
یَّغُلَّ ؕ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
مِّثْلَیْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ
الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾﴾

''اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔ اور کبھی نہیں ہوسکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کریں' اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے روبرو) لا حاضر کرنی ہوگی۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔ بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی طرح (مرتکب خیانت) ہوسکتا ہے جو اللہ کی ناخوشی میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہے؟ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ ان لوگوں کے اللہ کے ہاں (مختلف اور متفاوت) درجے ہیں' اور اللہ ان کے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں' اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (احد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی؟ کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامتِ اعمال ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو اللہ کے حکم سے (واقع ہوئی) اور (اس سے) مقصود یہ تھا کہ اللہ مومنوں کو اچھی طرح معلوم کرلے''۔

اے مسلمانو! جان لو سارا اختیار اللہ کے پاس ہے۔ اگر وہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ پس اہل ایمان کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

کسی نبی کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ غل کا معنی ہے مال غنیمت میں سے کسی چیز کا چھپا لینا۔ روایات میں آتا ہے کہ منافقین نے رسول اللہ ﷺ پر الزام لگایا تھا کہ مال غنیمت میں آپ نے کوئی خیانت کی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ تو یہاں جواب دیا جا رہا ہے کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ چوری کرے۔ جو کوئی بھی ایسا کام کرے گا وہ قیامت کے دن وہ سب کچھ لے کر آئے گا جو اس نے چھپایا تھا اور پھر وہاں ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہاں یَغُلَّ بمعنی یَغِلَّ ہے' یعنی دھوکے فریب والا ہونا' بدخواہ ہونا۔ منافقین کی طرف سے یا عبداللہ بن ابی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر الزام تھا کہ وہ عرب پر حکومت کرنے کے لئے ہماری جانوں کو تختہ مشق بنا رہے ہیں' ہماری خیر خواہی نہیں کر رہے' بلکہ ان کے دلوں میں ہماری بدخواہی ہے۔ تو ان کا الزام یہاں دور کیا جا رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

تو کیا بھلا وہ شخص جس نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اُس شخص کی مانند ہو جائے گا جس نے اللہ کا غضب اور غصہ کمایا؟ اور اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے' اور وہ بہت بری جگہ ہے پہنچنے کی۔ اللہ کے ہاں ان کی بھی درجہ بندیاں ہیں۔ سب بدکار ایک جیسے نہیں جیسا کہ تمام نیکوکار برابر نہیں۔ اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ نے بہت بڑا احسان کیا اہل ایمان پر جب ان میں سے ہی ایک رسول اُن کے اندر مبعوث کیا وہ اللہ کی آیات اُن کو سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یقیناً اس سے پہلے یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل وہ لازماً کھلی گمراہی کے اندر مبتلا تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرائض چہارگانہ جو یہاں بیان ہو رہے ہیں اس سے پہلے سورۃ البقرہ میں دو دفعہ آ چکے ہیں۔ (دیکھئے آیت نمبر 129' 151)

ٹھیک ہے تم پر ایک مصیبت آئی مگر تم بھول گئے کہ تم اس سے دگنی مصیبت اُن کو پہنچا چکے ہو۔ اب تم کہہ رہے ہو ایسا کیوں ہو گیا؟ اللہ نے پہلے مدد دی تھی' اب کیوں نہیں دی؟ تو اے نبی! ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو خود تمہارے اپنے نفسوں کی شرارت کی وجہ سے ہوا ہے۔ تم نے غلطی کی' حکم کی خلاف ورزی کی (دیکھئے اسی سورت کی آیت 152) اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ جہاں تک وعدے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ہاں اگر اللہ چاہتا تو سزا دیے بغیر معاف بھی کر سکتا تھا' مگر اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ تمہیں سزا دی جائے۔ اس لئے بھی کہ ابھی تو بڑے بڑے مراحل آنے ہیں۔ اگر تم اسی طرح نظم توڑتے رہے اور احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے تو پھر تمہاری حیثیت جماعت کی تو نہ ہوئی' ایک ہجوم اور انبوہ ہوا' جبکہ مطلوب تو جماعت ہے۔

اور جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے آئے وہاں تمہیں جو بھی تکلیف پہنچی وہ اللہ کے حکم سے ہی تھی اور حکمت اس میں یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اصل حقیقی اور صابر مومن کون ہے۔

فرمانِ نبویؐ

عالمِ قرآن کا مرتبہ

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ یَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ)) (رواہ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(قیامت کے دن) قرآن کا عالم تو فرمانبردار بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو رسولوں کو اللہ کے پیغامات پہنچانے پر مامور تھے' اور جو شخص قرآن کو اٹک اٹک کر بڑی مشقت سے پڑھے اس کو دہرا ثواب ملے گا۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
5	10 تا 16 فروری 2005ء 30 ذی الحجہ تا 6 محرم الحرام 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق
مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
☆☆☆
''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایران اور ''عظیم تر'' اسرائیل

تازہ ترین خبروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی باری آ گئی ہے اور امریکہ ایران پر یک طرفہ اور ''پیشگی'' حملہ کرنے کی حماقت یا غلطی' اور اپنے حساب سے ''عقل مندی'' ضرور کرے گا۔ گزشتہ ہفتے اسرائیل کے وزیر دفاع اور خود امریکہ کے صدر بش نے ایران کو دہشت پسندوں کا سربراہ اور ایٹمی اسلحہ ساز قرار دے کر اس کے خلاف واضح الفاظ میں فوجی کارروائی کی دھمکی دی تھی۔ اس دھمکی کے جواب میں ایران' برطانیہ اور یورپی یونین نے اپنے اپنے ردّعمل کا اظہار کیا ہے۔

ایران نے کہا ہے کہ دراصل امریکہ ہی دہشت گردی کا سب سے بڑا سرپرست ہے جو ایک دہشت گرد ملک اسرائیل کی مسلسل حمایت اور سرپرستی کر رہا ہے۔ ایران نے امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کے اس بیان پر بھی شدید نکتہ چینی کی ہے جس میں ایران میں مذہبی رہنماؤں کی حکومت کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا تھا۔ امریکہ کے لہجے میں مذہبیت کے خلاف تلخی ایسے موقع پر بڑھی ہے جب چند روز کے بعد 10 فروری کو ایران کے اسلامی انقلاب کی سالگرہ آ رہی ہے' جب ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کا جنازہ نکال کر ملک میں مذہبی رہنماؤں نے عوامی جمہوریت کے ذریعے ایسا انقلاب برپا کیا تھا جو امریکہ کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے' کیونکہ بظاہر احوال اس انقلاب نے شہنشاہ کے سرپرست امریکہ کو بری طرح شکست دی تھی۔ ایران کی وزارت خارجہ کے نمائندے نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے کہ اگر امریکہ اسی طرح جنگ کی دھمکیاں دیتا رہا' تو ہم ایٹمی اسلحہ بنانے کی رفتار مزید تیز کر دیں گے۔

یورپی یونین کی خارجہ پالیسی کے سربراہ مسٹر سولانا نے ایران سے متعلق صدر بش کی پالیسی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ دنیا کا کونسا ملک دہشت گردوں کا پہلا یا دوسرا یا تیسرا حامی اور سرپرست ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایٹمی تنصیبات کے خلاف فوجی کارروائی سنگین غلطی ہو گی۔ برطانیہ کے سابق وزیر خارجہ اور لیڈر آف دی ہاؤس رابن کک' جنہوں نے عراق کی جنگ کے خلاف بطور احتجاج استعفیٰ دے دیا تھا' نے وزیراعظم ٹونی بلیئر کو واشگاف الفاظ میں خبردار کیا ہے کہ وہ ایران پر امریکہ کے ممکنہ حملے سے برطانوی فوجوں کو دور رکھیں اور امریکہ کو اپنے جنگی اہداف خود حاصل کرنے دیں۔ انہوں نے موجودہ وزیر خارجہ جیک سٹرا کے اس استدلال کو معقول اور برحق قرار دیا کہ ایران پر فوج کشی کی بجائے تمام اختلافی مذاکرات کی میز پر طے کئے جائیں۔

یورپی یونین' برطانیہ اور ایران کے تازہ بیانات پر بی بی سی نے اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ ایران پر امریکہ کے سخت گیر بیان در بیان کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ میں صدر بش کے دوبارہ انتخاب کے بعد قدامت پسندوں کو کافی تقویت حاصل ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فوجی کارروائی کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ کی سیاست کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ ایران اپنے خطے میں بالکل تنہا ہے۔ اس کے آس پاس (عراق' افغانستان' پاکستان) میں امریکہ کے حلیفوں کی حکومت ہے۔ خطے میں امریکی افواج بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ یورپی یونین ایران پر مفاہمت و مصالحت کے لئے دباؤ تو ڈال رہی ہے' لیکن یورپ ایران کا ہمدرد نہیں ہے۔ امریکی عوام میں ایران کے خلاف کارروائی کے لئے بہت جوش ہے۔ اُدھر اسرائیلی ایجنٹ اور سی آئی اے کے کارکن کردستان اور ایران کے ملحقہ علاقوں میں ہر قسم کی جاسوسی کارروائی کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کچھ عرصے سے ایران میں اسرائیل اور امریکہ کی براہِ راست مداخلت کی اطلاعات مسلسل آ رہی ہے' اور ایران کو اصل خطرہ امریکہ سے نہیں' اسرائیل سے ہے' جو امریکہ کی طرف سے گرین سگنل کے انتظار میں ہے۔ لیکن اسے مئی تک گرین سگنل نہیں ملے گا' کیونکہ مئی میں برطانیہ میں انتخابات ہونے والے ہیں' اور بش کے ساتھی ٹونی بلیئر نے امریکہ کو مئی تک فوجی کارروائی ملتوی کرنے کے لئے کہا ہے۔ مئی کے بعد امریکی سگنل ملتے ہی اسرائیل فضائی حملوں سے ایران کے زیر زمین ایٹمی پروگرام کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا' جس طرح اس نے 1981ء میں بغداد کے قریب اوسی ریک ریکٹر کو تباہ کر کے عراق کا ایٹمی پروگرام ختم کر دیا تھا۔ اس ضمن میں امریکہ کے نائب صدر ڈک چینی نے یہ معنی خیز بات کہی ہے کہ ایران کے بارے میں اگرچہ امریکہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرتا اور صبر سے کام لیتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ ''مضطرب اور بے چین'' اسرائیل ایسا نہ کر سکے۔

اسرائیل ایران پر حملہ کرنے کے لئے مضطرب و بے چین کیوں نہ ہو' اور وہ صبر سے کیوں کام لے؟ اس کا ''عظیم تر'' بننے کا خواب پورا ہونے کا وقت بش کے دوبارہ انتخاب کے بعد مزید قریب آ گیا ہے۔ پورا یہودی سرمایہ اور ذہانت کی قوت اسی طرف لگی ہوئی ہے۔ ایران پر ایٹمی اسلحہ بنانے کے الزام پر حملہ کرنے سے اچھا بہانہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مکہ مدینہ کو بھی ''عظیم

(باقی صفحہ نمبر 12 پر)

عالم اسلام کی خبریں

یوم یک جہتی کشمیر

5 فروری کو پاکستان اور آزاد جموں و کشمیر سمیت دنیا بھر میں تارکین وطن پاکستانیوں اور کشمیریوں نے "یوم یک جہتی کشمیر" جوش و خروش سے منایا۔ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سمیت ملک کے تمام شہروں اور قصبوں میں جلوس نکالے گئے۔ اس سلسلے میں صبح دس بجے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کر کے کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کیا گیا۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے زیر اہتمام اجتماعات ہوئے۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے اپنے بیان میں کہا کہ کشمیریوں کی جدوجہد آزادی میں ہر پاکستانی اُن کے ساتھ ہے۔ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ ہم نے بھارت پر واضح کر دیا ہے کہ کشمیریوں کی مرضی کے مطابق مسئلہ حل ہونے تک پائیدار امن ممکن نہیں۔ ہم کسی سودا بازی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ایران کی پائپ لائن

ایران کے وزیر تجارت نے کہا ہے کہ بھارت ابھی تک پاکستان کے راستے گیس کی فراہمی کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہے اس لئے ایران اور پاکستان ایرانی گیس کے لئے بھارت کے بغیر سمجھوتے پر دستخط کر سکتے ہیں۔ گیس پائپ لائن کی تعمیر کے لئے پاکستان اور ایران بھارت کا انتظار نہیں کر سکتے۔ دونوں ملکوں کی جانب سے گیس کی بڑھتی ہوئی طلب کے پیش نظر صرف ایک پائپ لائن گیس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگی اس لئے دو پائپ لائنوں کی ضرورت پڑے گی۔ یاد رہے کہ پاکستانی وزیراعظم شوکت عزیز ماہ رواں کے آخر میں ایران کا دورہ کرنے والے ہیں۔ اپنے دورے میں وزیراعظم ایران سے گیس درآمد کے لئے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کریں گے۔

پاکستان کی تعلیمی پالیسی

امریکا کے صدر بش نے کہا ہے کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسی امریکا کے کہنے پر تبدیل کی گئی ہے امریکی ٹی وی چینل کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا کہ بہت سے فیصلے صدر پرویز مشرف نے امریکا کے بغیر کئے ہیں۔ تاہم انہوں نے اعتراف کیا کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسی تبدیل کرنے کے لئے انہوں نے اپنے گزشتہ دور حکومت میں صدر پرویز مشرف سے بات کی تھی۔ اس کے بعد پاکستان کی اُس وقت کی وزیر تعلیم زبیدہ جلال سے میرا تعارف کرایا گیا۔ پاکستان کے صدر نے میری تجویز کی حمایت کی تھی جس کے بعد امریکا اور پاکستان کے محکمہ تعلیم کے حکام نے مل کر پاکستان کے تعلیمی نصاب میں بہتری لانے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں۔

اسلامی سربراہوں کی کانفرنس

اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) کے موجود صدر نشین اور ملائیشیا کے موجودہ وزیراعظم داتو سری عبداللہ بداوی نے ایرانی خبررساں ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ملائیشیا کسی بھی ملک (اُن کا اشارہ ایران کی طرف تھا) کے خلاف طاقت کے استعمال کرنے کی حمایت نہیں کرے گا۔ اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کو ایک دوسرے کی خودمختاری اور سالمیت کا احترام کرنا چاہئے۔ انہوں نے خودمختار اور آزاد ملکوں کے معاملات میں دخل اندازی اور اجارہ داری کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ان کا ملک اس بات کو ہرگز نظرانداز نہیں کر سکتا کہ اقوام متحدہ کا کوئی رکن ملک دوسری ریاست کے خلاف طاقت کا استعمال کرے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ریاستوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو اقوام متحدہ کے چارٹر اور آزادی اور خودمختاری کے اصول کی بنیاد پر حل کیا جائے خواہ یہ ملک چھوٹے ہوں یا بڑے اُن کی خودمختاری اور سالمیت کا احترام کیا جانا چاہئے۔

او آئی سی کے سیکرٹری جنرل پروفیسر ڈاکٹر اکمل الدین نے تنظیم کو متحد فعال اور مضبوط بنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے تاکہ وہ امت مسلمہ کے امیج کو روشن خیال اعتدال پسندی کے مطابق ڈھالنے میں اہم کردار ادا کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ او آئی سی کے قیام کا مقصد مسلم ملکوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا تھا مگر اب تک ایسا نہیں ہو سکا۔ اب بدلتے ہوئے عالمی حالات کے پیش نظر اسے نیا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اب وقت آیا ہے کہ ایک ادارے کے طور پر او آئی سی کے ڈھانچے لائحہ عمل طریق کار اور امیج کو تبدیل کیا جائے۔ ہم نے او آئی سی سیکرٹریٹ میں تبدیلی کا کام شروع کر دیا ہے۔

القاعدہ کے بے گناہ قیدی

امریکا کی ایک خاتون فیڈرل جج نے گوانتاناموبے میں زیر حراست القاعدہ کے قیدیوں کے خلاف فوجی عدالتوں میں کارروائی کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے فیصلہ دیا ہے کہ وہاں قیدیوں کے قانونی عمل میں حصہ لینے کے حقوق کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ جج نے کہا کہ امریکی انتظامیہ کے اقدام سے آئین میں پانچویں ترمیم کی روح متاثر ہوئی ہے اور بش حکومت کے دعوؤں کے برعکس گوانتاناموبے کے بعض قیدیوں پر جنیوا کنونشن لاگو ہوتا ہے۔ حکومت کی طرف سے قیدیوں کو اپنے خلاف شواہد تک رسائی بھی روکی گئی ہے اور تشدد کے ذریعے قیدیوں سے اقبالی بیانات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

لیبیا کے قذافی کا اعتراف

لیبیا کے صدر معمر قذافی نے امریکی جریدے "ٹائم" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ دوستی اور دشمنی مستقل نہیں ہوا کرتی۔ جب کوئی غلطی کرے اور پھر ماضی کی غلطیوں پر معذرت کر لے تو اُس کو بہر حال ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے احساس ہے کہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک سمجھ گئے ہیں کہ میں نے غلطی کی تھی۔ ستم ظریفی کی بات ہے کہ اب صدر بش اُنہی باتوں کا اعادہ کر رہے ہیں جن پر میں زور دیتا رہا ہوں۔ ہم دنیا میں آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرتے رہے ہیں اور اب بش بھی وہی کچھ کر رہے ہیں۔ ایک سوال پر کہ لیبیا نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار کیوں حاصل کئے تھے انہوں نے کہا کہ یہ پروگرام انقلاب کے آغاز ہی میں شروع کر دیا گیا تھا۔ اس وقت دنیا کے حالات کچھ اور تھے لیبیا ان خطوط پر سوچنے والا واحد ملک نہ تھا بلکہ خود رومانیہ کے لیڈر چاؤسسکو بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اُن کا ملک ایٹمی ہتھیار بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

فلسطین

اسرائیلی اور فلسطینی حکام جنگ بندی پر رضامند ہو گئے ہیں جس کا اعلان آج مصر میں مشرق وسطیٰ پر ہونے والی سربراہ کانفرنس میں کیا جائے گا جیو کے مطابق ایک اسرائیلی اخبار میں کہا گیا ہے کہ اس بات کا فیصلہ اسرائیل اور فلسطین کے مذاکرات کاروں کے اجلاس میں کیا گیا۔ فلسطینی مذاکرات کار سائب برکات نے کہا ہے کہ کانفرنس میں سب سے خاص بات ایک دوسرے کے خلاف حملے بند کرنے کا مشترکہ اعلان ہوگا۔ دوسری جانب اسرائیلی حکومت کے ایک عہدیدار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر جنگ بندی کے معاہدے کی تصدیق کی ہے اور کہا ہے کہ اسرائیل فلسطینی علاقوں میں فوجی آپریشن نہ کرنے کا اعلان کرے گا جس سے دونوں فریقوں کے درمیان گزشتہ چار برسوں سے جاری لڑائی کا خاتمہ ہو سکے گا۔

سعودی عرب

سعودی عرب نے کہا ہے کہ عراق اور فلسطین کی صورت حال سے لاتعلق نہیں رہا جا سکتا کیونکہ یہ عوامی جذبات کو متاثر کرتے ہیں سعودی شہزادہ صالح الشیخ نے انسداد دہشت گردی کی عالمی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ القاعدہ کے 250 حامیوں کو اپنا طریقہ کار تبدیل کرنے پر آمادہ کر لیا گیا ہے۔ کانفرنس کے دو دوسرے دن گروپ تھری میں انسداد دہشت گردی کے لئے پاکستانی کوششوں کی تعریف کی گئی اور پاکستانی تجاویز آگے بڑھانے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ سعودی وزیر خارجہ نے بتایا کہ کانفرنس کے شرکاء کی توجہ کا مرکز دہشت گردی کی تعریف کی بجائے دہشت گردی سے نمٹنے کے طریقہ کار پر مرکوز رہے گی تاکہ شرکاء میں اختلافات پیدا نہ ہوں۔ کانفرنس میں امریکی و برطانوی وفود نے شہزادہ عبداللہ کی انسداد دہشت گرد کے حوالے سے عالمی سطح پر کوششوں کا خیر مقدم کیا۔

تین اوامر' تین نواہی

سورۃ النحل کی آیت 90 کی تشریح اور وضاحت

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کے 28 جنوری کے خطاب جمعہ کی تلخیص

عیدالاضحیٰ سے قبل جمعہ میں ہم نے خطبہ جمعہ کے متن کا ترجمہ اور اس کی تشریح اللہ کے فضل و کرم سے مکمل کر لی تھی۔ البتہ خطبہ ثانی کے آخری حصہ میں شامل سورہ نحل کی آیت نمبر 90 کا کسی بھی درجے میں حق ادا نہیں ہو سکا تھا۔ وقت کی کمی کی وجہ سے ہم اس کا صرف ترجمہ ہی کر سکے تھے۔ یہ آیت پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خطبہ ثانی میں شامل کی' اس وقت سے اب تک اس کو اہتمام سے شامل رکھا گیا ہے۔ اس آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر خیر اور شر' یعنی وہ تمام باتیں کہ جن کو کرنے کا حکم ہے اور ہر وہ چیز جس سے منع کیا گیا' ان سب کو جامعیت کے ساتھ اس ایک آیت میں سمو دیا ہے۔ گویا یہ قرآن حکیم کی عظیم ترین آیات میں سے ہے۔ سورۂ نحل ہی میں قرآن کی شان میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ہر چیز کی وضاحت اس میں موجود ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت اس دعوے کی ایک بہت بڑی گواہی ہے اور ایک واضح ثبوت ہے۔ اس لئے آج ہم اس آیت کے مفہوم پر غور کریں گے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تین اوامر کا ذکر فرمایا اور تین نواہی کا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا' احسان کا' رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا''۔ اسی طرح تین چیزوں سے منع کر دیا: ﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ ''اور اللہ منع کرتا ہے' بے حیائی کے کاموں سے' تمام منکرات سے۔'' (جس چیز کو فطرت انسانی ناگوار محسوس کرتی ہے یا وہ کام جس کے کرنے سے آپ کا ضمیر ملامت کرتا ہے' وہ سب چیزیں منکرات میں شامل ہیں۔) (اور اللہ روکتا ہے) سرکشی اور طغیانی سے۔ اپنی حدود کو پھلانگنا اور دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا سرکشی ہے۔

اب اس آیت کی تشریح کی طرف آتے ہیں۔

تفسیر عثمانی میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں عدل سے مراد ہے کہ آدمی کے تمام عقائد' تمام اعمال' اخلاق' معاملات اور جذبات' اعتدال اور انصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں۔ یہ ہے پہلا لفظ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل کا' اور عدل ان تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ عقائد میں عدل کیا ہے؟ اس کائنات میں سب سے بڑی حقیقت ''توحید'' ہے جو عقلی طور پر بھی ثابت ہے۔ جتنا زیادہ انسان مشاہدہ کرے گا اس کون و مکاں میں' زمین و آسمان میں اور مظاہر فطرت میں' ایک بات تو لازماً پختہ ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ کوئی ایک حکمت' کوئی ایک ارادہ' کوئی ایک اختیار ہے' جو اس تمام نظام کے پیچھے کارفرما ہے۔ سورہ انبیاء میں بڑے سادے انداز میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾: (انبیاء:22) ''آسمانوں اور زمین میں اگر ایک سے زیادہ الٰہ (معبود) ہوتے' (ایک سے زائد با اختیار ہستیاں ہوتیں) تو یہاں فساد برپا ہو جاتا''۔ اگر مختلف خالق ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوق کو لے کر کائنات کے تخت حکومت کے اوپر قبضہ کرنے کے لئے زور آزمائی کرتا۔ کھینچ تان ہوتی' اقتدار کی رسہ کشی ہوتی' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی جتنی آگے بڑھے گی' اتنی ہی یہ بات پختہ ہوگی کہ اس سارے نظام کائنات میں ایک ہی حکمت' ایک ارادہ' ایک مشیت اور ایک اختیار کارفرما ہے۔ اس حقیقت کا اقرار عقیدے اور نظریے کا عدل ہے اور اس سب سے بڑی حقیقت کا انکار سب سے بڑی ناانصافی ہے' جسے شرک کہا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں صاف اعلان کر دیا گیا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:13) ''شرک سب سے بڑا ظلم ہے''۔ یہ سب سے بڑی ناانصافی ہے' کیونکہ اتنی جلی حقیقت کا انکار کرنا دراصل اللہ کے معاملے میں ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ مشرک کی کوئی بخشش نہیں' ہاں موت سے پہلے اگر اس نے توبہ کر لی ہے اور توحید پر آ گیا' تو اللہ تعالیٰ بخش دے گا' لیکن اگر اسی شرک کے ساتھ مر گیا تو وہاں اس کے لئے کوئی معافی نہیں۔ یہ ضابطہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں دو مرتبہ بیان فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾: (نساء:48) ''اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا''۔ یہ ظلم کی وہ شکل ہے کہ اس کے لئے کوئی معافی نہیں اور ہونی بھی نہیں چاہئے' کیونکہ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا۔ مسجود الملائک بنایا' اسے عقل عطا کی اور اسے سماعت و بصارت دی' اسے شعور دیا اور وہ اتنی بڑی حقیقت کا انکار کر رہا ہے' ڈھٹائی کے ساتھ جھٹلا رہا ہے' ایسے شخص کے لئے کوئی معافی نہیں ہے۔ ہاں اس سے کم تر گناہوں میں سے جس کو چاہے گا' بخش دے گا' یہ اس کی اپنی صوابدید اور ضابطہ ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اس سے کم تر گناہوں پر جری ہو جائے کہ وہ بخش دیئے جائیں گے۔ بہرحال عقائد میں عدل کیا ہے؟ توحید کا اقرار کہ اللہ ایک ہے' تنہا ہے' کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں' کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ اس عقیدے میں عدم اعتدال کا نام شرک ہے۔

اس سے آگے چلئے اعمال میں عدل کیا ہوگا؟ جب اللہ کو مان لیا اور اللہ سے عہد کیا ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾: ''اے پروردگار ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور ہمیشہ کریں گے''۔ اب عدل کا تقاضا ہے کہ اس عہد کو پورا کیا جائے۔ حقوق اللہ بھی ادا ہوں اور حقوق العباد بھی۔ جن چیزوں کو اللہ نے فرض اور واجب قرار دیا' اگر اس میں ہم نے ڈنڈی ماری تو عدل سے پھر گئے۔ جو فرائض اور واجب' اللہ کی طرف سے معین ہو چکے ہیں' اس میں کمی کا ہمارے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ کوئی شخص کہے کہ میں نماز تو نہیں پڑھتا اور بہت سے نیک کام کرتا ہوں تو وہ عدل کی پٹڑی سے اترا ہوا ہے۔ اعمال میں عدل یہ ہوگا کہ تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا

اور جو حرام کام ہیں یعنی جن اُمور سے روک دیا گیا' ان سے باز آ جانا۔ یہ عدل کا تقاضا ہے۔ معاملات میں عدل کیا ہوگا؟ آپس کے معاملات میں توازن کی روش اختیار کرنا۔ مثلاً کسی سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کیا جائے' کسی سے کوئی امانت کا معاملہ ہے تو اس میں خیانت نہ کی جائے۔ عدل کے مضمون کو قرآن مجید میں آخری منطقی انتہا تک پہنچایا گیا ہے' چنانچہ سورۃ النساء میں فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ ''اے اہل ایمان! عدل و انصاف کو قائم کرنے والے اور اللہ کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ''۔ کس حد تک عدل و انصاف پر قائم رہنا ہے' فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ﴾ (نساء:135) ''خواہ اگر عدل و انصاف کی بات تمہارے اپنے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف بھی جاتی ہو تو تب بھی عدل پر قائم رہو''۔ اس لئے کہ انسان بالعموم یہاں پر ڈنڈی مار جاتا ہے۔ وہ اپنے تولنے کے باٹ کچھ اور رکھتا ہے اور دوسروں کو کسی اور باٹ سے تولتا ہے۔ معاملات میں عدل یہ ہے کہ سب کو ایک ہی باٹ سے تولو۔ اگر محبت ہے تو اس کی وجہ سے ڈنڈی نہ مار جانا۔ اگر کوئی بات رشتہ داروں کے خلاف جاتی ہو' خود اپنے خلاف جاتی ہو' یا والدین کے خلاف جاتی ہو' بہرصورت حق کا ساتھ دیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ چونکہ فلاں ہمارا رشتہ دار ہے' ہماری پارٹی کا ہے لہٰذا خواہ وہ حق پر نہ بھی ہوں تب بھی انہی کے پلڑے میں وزن ڈالنا۔ یہ عدل نہیں ہے۔ عدل وہ ہے جو حضور ﷺ نے قائم کر کے دکھایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم بھی آپ کی عدالت میں فیصلے کرانے آتے تھے۔ قرآن حکیم نے اس معاملے کے دوسرے رخ کو بھی واضح کر دیا کہ کسی کی دشمنی کی وجہ سے بھی تم عدل و انصاف سے نہ ہٹ جانا۔ فرمایا: ﴿کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (مائدہ:8) ''مسلمانو! کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے عدل و انصاف کے گواہ بن کر۔ اور دیکھنا کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم راہِ عدل سے ہٹ جاؤ''۔ یہ ہے معاملات کا عدل۔ اخلاقیات میں عدل کیا ہوگا؟ ایک دوسرے کا احترام' ایک دوسرے کی عزت' کسی کی عزت نفس پر حملہ نہ کیا جائے' ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ لیکن اگر کوئی آپ کی عزتِ نفس پر حملہ کرتا ہے' آپ کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو عدل کا تقاضا یہ ہے کہ آپ بھی اتنا ہی بدلہ لیں۔ اس سے تجاوز نہ کریں۔ ﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (الشوریٰ:40) قرآن نے یہ اصول دے دیا کہ برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔ یعنی تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو تم بھی اسی کے مثل جتنی اس نے زیادتی کی ہے دوسرے کے ساتھ زیادتی کر سکتے ہو' زیادتی کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ اس حوالے سے سورہ مائدہ کی یہ آیت بڑی مشہور ہے: ﴿وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدہ:45) یعنی کسی نے آنکھ پھوڑی ہے جواباً اس کی آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے۔ دانت توڑا ہے دانت توڑا جا سکتا ہے۔ جس طرح کا زخم لگایا اس کے بدلے میں زخم لگانے والے کو اسی طرح کا زخم لگایا جائے گا۔ یہ ہے عدل۔ اگرچہ احسان اس میں کیا ہے؟ وہ ہے معاف کر دینا۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

اب آگے آیئے! جذبات میں بھی عدل مطلوب ہے۔ انسانی جذبات کی بہت سی صورتیں ہیں۔ غصہ بھی ایک جذبہ ہے اس میں بھی عدل چاہئے' انسان غصے سے بالکل پاک ہو جائے یہ بھی کوئی مطلوب شے نہیں ہے۔ اس طرح غیرت وحمیت بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر ایک مؤمن دیکھ رہا ہے کہ شریعت کے اصول' احکام شریعت پامال ہو رہے ہیں' دینی قدروں کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں' اس کا خون تو کھولنا چاہئے' چہرے کا رنگ تو متغیر ہونا چاہئے۔ لیکن اس صورت حال میں عدل کیا ہوگا؟ عدل اس میں یہ ہے کہ اس نظام کو بدلنے کے لئے آنحضور ﷺ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا' اس پر عمل پیرا ہوا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک دفعہ نکلے' چند نعرے لگائے اور اپنے جذبات نکال دیئے اور فارغ ہو گئے۔ گویا ہم نے حق ادا کر دیا۔ بہر حال غصے کے اندر بھی اعتدال کی ضرورت ہے' اور اس کے لئے ہمیں سیرتِ رسولؐ اور سیرت صحابہؓ سے رہنمائی لینی ہوگی' یعنی غصہ میں انسان بے قابو نہ ہو جائے بلکہ اس کا اظہار صحیح جگہ پر اور صحیح طریقے پر ہو' اسی طریقے سے نیکی بھی ایک جذبہ ہے۔ اس میں بھی اعتدال مطلوب ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی بھی مثالیں قائم فرمائیں۔ اُمت کو تعلیم دی۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ میں انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں نیکی کا جذبہ اتنا بیدار ہوا کہ کہا میں اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں دینا چاہتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے ان کی اس آفر کو قبول نہیں کیا' بلکہ فرمایا کہ اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے تو بھی کچھ رکھو۔ یہ نہ ہو کہ کل تمہاری اولاد دست سوال دراز کرتی پھرے۔ انہوں نے کہا کہ میں آدھا دیتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: یہ بھی قبول نہیں۔ پھر انہوں نے کہا ایک تہائی دیتا ہوں' آپؐ نے فرمایا: ہاں یہ قبول ہے اور یہ بھی بہت ہے۔ یہ ہے نیکی میں اعتدال۔ اسی طریقے سے ایک اور نہایت اہم واقعہ تین صحابہؓ کا ہے۔ ان پر نیکی کا بڑا غلبہ ہوا۔ امہات المؤمنینؓ میں سے بعض کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور آنحضور ﷺ کی نفلی عبادات کے بارے میں سوال کیا کہ آپؐ رات کو کتنا قیام کرتے ہیں' نفلی روزے کتنے رکھتے ہیں وغیرہ؟ انہیں بتایا گیا کہ آنحضور ﷺ کچھ وقت رات کا آرام بھی کرتے ہیں اور رات کا ایک بڑا حصہ کھڑے بھی رہتے ہیں۔ نفلی روزے بھی رکھتے ہیں اور ناغے بھی کرتے ہیں۔ کبھی نفلی روزے رکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اب شاید مسلسل ہی رکھیں گے اور کئی دفعہ ناغہ کرنے پر آتے ہیں تو مسلسل ناغہ ہوتا ہے۔ جو صورتحال تھی وہ ازواج مطہراتؓ نے سامنے رکھ دی۔ حدیث میں الفاظ آتے ہیں کہ اُن تینوں نے اپنے خیال میں اسے کم تصور کیا۔ وہ اس سے زیادہ کی توقع لئے ہوئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی اپنے آپ کو قائل کیا کہ چونکہ آنحضور ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں اور اگر کسی درجے میں خطا کا کوئی امکان ہو بھی تو قرآن میں یہ بات آ گئی کہ آپ ﷺ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف ہیں۔ لہٰذا آپؐ کے لئے تو اتنا کافی ہے' ہمیں کچھ اور آگے کرنا پڑے گا۔ اب جذبہ نیکی کا تھا۔ ایک نے طے کر لیا میں ساری عمر شادی نہیں کروں گا۔ بس اللہ سے لو لگاؤں گا۔ دوسرے نے طے کیا کہ میں ساری رات کھڑا رہوں گا' اپنی کمر بستر سے نہیں لگاؤں گا۔ تیسرے نے طے کر لیا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا' کوئی ناغہ نہیں کروں گا۔ اب بظاہر یہ نیکی کا جذبہ اور خیر کا کام ہے اور بڑے اُونچے عزائم ہیں لیکن اعتدال دیکھئے' جو حضور ﷺ نے اُمت کو تلقین فرمایا۔ آپ ﷺ کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپؐ نے ان تینوں کو بلایا' اس لئے کہ اس معاملے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ اس سے غلط روایت پڑ سکتی تھی۔ آپؐ کے چہرے سے بھی اور آپؐ کے الفاظ سے بھی ناراضگی واضح ہوتی ہے۔ فرمایا: میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔ یہ غیر معمولی الفاظ ہیں لیکن اس معاملے کی اہمیت کو سمجھانے کے لئے آنحضور ﷺ نے یہ انداز اختیار فرمایا۔ اور سنو میں نے شادیاں بھی کی ہیں' میں رات کو سوتا بھی ہوں' اور قیام اللیل کے لئے اٹھتا بھی ہوں۔ اور میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں اور ساتھ ہی آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا: ((مَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ)): ''جسے میرا طریقہ پسند نہیں ہے (جو مجھ سے بھی آگے جانے کی کوشش کر رہا ہے) اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا کہ انسان اپنے نفس کو کچل ڈالے اور اس دنیا سے بالکل کٹ جائے۔ ہمارے دین کی رہبانیت ایک ہی ہے۔ وہ جہاد و قتال کے لئے نکلنا ہے۔ اس میں ظاہر بات ہے کہ وقتی طور پر انسان گھر بار چھوڑتا ہے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر جاتا ہے۔ صرف یہ شکل ہے کہ جو اللہ کو پسند ہے' دنیا کو ترک کرنے کی۔ آدمی جہاد و قتال کے لئے' غلبہ دین کے لئے گھر بار سے نکلے۔ لیکن نیکی میں بھی عدل و اعتدال ضروری ہے

اور اس معاملے میں ہمارے لئے اُسوہ کامل نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔)

یہاں تک بات ہوئی عدل کی کہ کس طرح عقائد' اعمال' اخلاقیات اور جذبات میں عدل کی ضرورت ہے اور صرف ایک لفظ عدل میں کتنی وسعت ہے۔ اس آیت میں دوسرا حکم اللہ نے احسان کا دیا۔ احسان کیا ہے؟ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں بہت جامعیت کے ساتھ اس کی بھی وضاحت فرمادی کہ ''انسان خود بھلائی اور نیکی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے' مقام عدل وانصاف سے بلندتر ہوکر' فضل وعفو اور تلطف وترحم کی خو اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوع وتبرع کی طرف قدم بڑھائے''۔ میں اس کی وضاحت کروں گا۔ فضل کیا ہے؟ ایک شخص سے آپ نے طے کیا کہ وہ آٹھ گھنٹے کام کرے گا مزدوری اس کی سو روپے ہوگی۔ عدل یہ ہے کہ اس نے آٹھ گھنٹے کام کیا تو آپ نے سو روپے اس کو دے دیئے۔ احسان کیا ہے؟ یہ دیکھتے ہوئے کہ کام اچھا کیا ہے' محنت سے کیا ہے' آپ اس کی اجرت دیتے ہوئے مزید اپنی طرف سے دس بیس روپوں کا اضافہ کردیں' یہ احسان ہے۔ میں نے عدل کے معاملے میں وضاحت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے کہ تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا عدل کا تقاضا ہے' اس پر نفل کا جو اضافہ ہوگا' وہ احسان ہے۔ فرض نماز کے علاوہ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرے۔ فرض روزے کے علاوہ روزے رکھے۔ انفاق کے ضمن میں عدل یہ ہوگا کہ ٹھیک ٹھیک زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اس سے زیادہ اگر وہ اللہ کے دین اور اس کی مخلوق پر خرچ کررہا ہے تو یہ احسان ہے۔ اس سے آگے تفسیر عثمانی میں یہ الفاظ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ ''انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی وہ کرے گا اللہ دیکھ رہا ہے اور وہاں سے بھلائی کا بدلہ بھلائی کی صورت میں ملے گا''۔ یہ ساری بات اللہ سے عہد بندگی کے حوالے سے ہورہی ہے' ہم نے اللہ کو اپنا رب مانا ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ﴾ اور اقرار کیا ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ اور یہ مانا کہ قرآن اس کا کلام ہے' اس کی دی ہوئی ہدایت ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اصل منزل آخرت ہے' یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اب میں جتنا زیادہ کروں گا' اتنا بدلہ پاؤں گا۔ ایک تو فرض اور واجب ہے جس کے بارے میں باز پرس ہوگی اس سے زیادہ جو کچھ کررہا ہوں یقیناً اس کے بدلے وہاں زیادہ ملے گا۔ یہ احسان کی روش ہے۔ ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ (الرحمٰن:60)

عقائد اور ایمان کے اعتبار سے بھی احسان کی تعریف حدیث میں آئی ہے۔ عدل تو یہ ہے کہ انسان شرک سے بچ جائے' توحید پر کاربند رہے۔ لیکن یہ توحید یعنی اللہ پر ایمان' یقین اور توکل جب اس درجے کا ہو جائے کہ ''تم اللہ کی بندگی ایسے کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' یعنی ہر وقت اللہ کی موجودگی کا احساس کا درجہ حاصل ہوجائے تو یہ مقام احسان ہے' اگر یہ نہیں تو کم از کم یہ احساس ہر وقت رہے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے' یہ بھی درجہ احسان ہے۔ اس جذبے کے ساتھ انسان جو بھی بندگی کرے گا' اس میں خوبصورتی اور نکھار پیدا ہوگا۔ نماز فرض ہے' اگر آپ نماز پڑھتے ہیں اس احساس کے ساتھ کہ میں اس وقت اللہ کی نگاہ میں ہوں اور میں اللہ سے ہم کلام ہوں' اس نماز میں جو حسن پیدا ہوگا وہ درجہ احسان کا ہے۔ معاملات میں بھی احسان کا معاملہ ہوتا ہے۔ کسی شخص سے آپ نے قرض لیا اور اس میں اگر طے کر لیا کہ واپسی اضافی کے ساتھ ہوگی تو یہ سود ہے اور انتہائی سنگین اور بھیانک جرم ہے۔ جبکہ عدل یہ ہے کہ جتنا قرض آپ نے کسی کو دیا تھا' اتنا ہی واپس لیں' جتنا کسی سے لیا ہے اتنا ہی واپس کریں۔ لیکن اس میں احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ کسی سے کچھ قرض لیا ہے تو واپس لوٹاتے ہوئے اپنی مرضی سے اس میں کچھ بڑھا دیتے تھے۔ طے نہیں تھا کہ بڑھانا ہے۔ یہ تطوع ہے۔ یعنی تم ایک مشکل وقت میں میرے کام آئے تھے۔ میں اپنی مرضی سے تم کو اضافی دے رہا ہوں۔ یہ معاملات کے اندر احسان کی شکلیں ہیں۔

اس آیت میں تیسری بات یہ فرمائی ﴿وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ ''(اللہ حکم دیتا ہے) رشتہ داروں کو ان کے حقوق ادا کرنے کا''۔ قریبی رشتہ دار دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہیں۔ یہ کام زیادہ مشکل ہوتا ہے' اس لئے کہ عام طور پر قریبی عزیزوں کے ساتھ شکوے شکایتیں بھی ہوتی ہیں۔ چوتھے محلے جا کر خیرات بانٹنا آسان ہے۔ یہ صلہ رحمی کا حکم ہے کہ رشتہ داروں' والدین' بہن بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ محلے داروں' پڑوسیوں اور دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی دراصل عدل واحسان کے تحت آتی ہیں' لیکن رشتہ داروں کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہے' عدل واحسان میں ان کو مقدم رکھو' اس لئے اس کو علیحدہ سے نمایاں کردیا۔

یہ تین باتیں ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ تین سے منع فرمایا: ﴿وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ﴾ فحشا سے مراد ہر قسم کی فحش بات اور بے حیائی ہے۔ شیطان اس راستے سے انسان کو صراط مستقیم سے بہلاتا اور راہ حق سے منحرف کرتا ہے۔ منکر' جو شے بھی معروف کے خلاف ہے' فطرت انسانی جس سے کراہت محسوس کرے' جسے ناگوار محسوس کرے وہ سب چیزیں جو برائی کی چیزیں منکرات میں شامل ہیں۔ کسی کا دل دکھانا' کسی کو دھوکا دینا' بدعہدی کرنا' امانت میں خیانت کرنا' جھوٹ بولنا' غلط بیانی کرنا' کسی کا مذاق اڑا دینا' یہ سب منکرات ہیں۔ ان سب سے روک دیا گیا۔ ''وَالْبَغْیِ'' سے ہر قسم کی طغیانی اور سرکشی مراد ہے۔ کسی دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا بھی طغیانی کی ایک شکل ہے۔

طغیانی کی سب سے بڑی شکل وہ اجتماعی نظام ہے' جو اللہ کی بغاوت پر مبنی ہے' جو آج پوری دنیا میں رائج ہے۔ اس وقت دنیا میں اللہ کے خلاف بغاوت' سرکشی اور طغیانی کا معاملہ اپنے عروج پر ہے۔ سیاسی سطح پر سیکولرازم دراصل ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' کا نعرہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ کوئی اللہ ہے' کوئی خالق ومالک ہے' اگر ہے بھی تو وہ وہیں آسمانوں میں رہے۔ زمین میں اپنا نظام' اپنا دستور اور اپنے قوانین ہم خود بنائیں گے' یہاں ہمیں اللہ کی مداخلت ہرگز گوارہ نہیں ہے۔ یہ ہے سیکولر نظام۔ اسی طرح معیشت میں سود کا نظام ہے۔ جس کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ آج پوری دنیا نے سود اختیار کیا ہوا ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے خلاف محاذ جنگ دانستہ طور پر کھولا گیا ہے۔ یہ ہے طغیانی اور سرکشی۔ معاشرتی سطح پر آجائیں۔ بے حیاء مادر پدر آزاد معاشرت' تہذیب اور کلچر عام ہے۔ یہ شیطانی تہذیب ہے' کیونکہ فحاشی شیطان کا ہتھکنڈہ ہے' جسے قرآن نے واضح کیا: ﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾ ''یہ شیطان ہے جو تمہیں فقر سے ڈرا کر انفاق سے روکتا ہے اور حکم دیتا ہے تمہیں فحشاء کا''۔ یہ شیطانی کلچر ہے' جو آج ہمارے گھروں تک پہنچا ہوا ہے' وہ کیبل کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو۔ ہم انفرادی طور پر بھی فروغ دے رہے ہیں اور ہمارے حکمرانوں نے بھی ہر چیز کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ شیطانی تہذیب ہو یا شیطانی نظام آج تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس نظام اور کلچر کو خوش آمدید کہا جارہا ہے۔ بہرحال جن چیزوں سے اللہ نے روکا ہے انہیں ہم سینہ زوری کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان سے بچنا ضروری ہے۔ آگے فرمایا: ﴿یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴾: ''اللہ تمہیں نصیحت کررہا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (ہوش میں آؤ)''۔ اب اسی آیت کے تناظر میں ہم آج کے اپنے ماحول کو دیکھیں ہم اب جشن بہاراں منانے چلے ہیں جبکہ دنیا میں کیا حالات ہیں۔ انسانیت سسک رہی ہے۔ سونامی کی صورت میں عذاب الٰہی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ لیکن ہمارے لچھن وہی ہیں۔ کیا ہم بھی اللہ کے کسی عذاب کا انتظار کررہے ہیں۔ سونامی طوفان کے ہاتھوں لاکھوں انسان لقمۂ اجل بنے' جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہ ایک نقشہ ہے۔ دوسرا نقشہ یہ ہے کہ امریکہ افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کا قتل عام کررہا ہے اور اب ایران پر حملے کی تیاریاں کررہا ہے۔ دین سے دُوری اور اللہ کے دین کو قائم

نہ کرنے کی سزا ہے کہ آج مسلمان ملکوں کی حالت ایسے ہے جیسے بھیڑوں میں سے کسی ایک بھیڑ کو پکڑ کر قصاب ذبح کرتا ہے' پھر دوسری کو' پھر تیسری کو اور بھیڑیں اس قابل نہیں ہوتیں کہ اس قصاب کے خلاف مل کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل ایسا مرتب کر سکیں اور اس کی سفاکیت کے خلاف کھڑی ہو سکیں۔ بس وہ انتظار کر رہی ہوتی ہیں کہ اب کس کی باری ہے۔ یہی نقشہ ہمارا ہے۔ اب ایران کی طرف اس کا رخ ہے۔ پہلے خیال تھا کہ شام کی باری آئے گی' لیکن اس نے اپنا رخ ایران کی طرف کر لیا ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے جس وجہ سے وہ ایران آیا ہے' اس وجہ سے پاکستان میں آنا اس کا لازمی حصہ ہے۔ اس نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں ہم ایران سے چار قدم آگے کھڑے ہیں۔ نیوکلیئر ٹیکنالوجی کسی مسلمان ملک کو مل جائے' یہود و نصاریٰ کو یہ گوارہ نہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جو عالمی مہم ہے وہ دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ امریکی حکومت کے جو بیانات آج کل آ رہے ہیں جس میں اس بات پر شدید اندیشہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کہیں دہشت گردوں اور بنیاد پرستوں کے ہاتھ نہ چڑھ جائیں' امریکہ دراصل اسی بہانے کی آڑ میں پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ وہ کبھی ہمارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے رب کو راضی کر کے اسے ساتھ لیا جائے۔ لیکن لچھن کیا ہیں' جشن بہاراں منایا جا رہا ہے' بسنت منائی جائے گی' میراتھن ہو رہی ہے' جبکہ اس بڑے دشمن کے مقابلے میں قوم کو جگانے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ایک طرف ہم پانچ فروری کو کشمیریوں کے ساتھ یوم یکجہتی منانے کا عزم رکھتے ہیں' تو دوسری طرف چھ فروری کو ہندوؤں کا تہوار بسنت منانے کی قومی سطح پر تیاریاں کر رہے ہیں۔ کیا ہم اللہ کے غضب کو دعوت نہیں دے رہے؟ بسنت تو ایک عنوان ہے' اس عنوان کی آڑ میں جو افراتفری اور فحاشی کا ارتکاب ہوتا ہے' ان سب کو آپ ذہن میں لایئے۔ کیا ہم اللہ کے غضب کو دعوت نہیں دے رہے؟ کیا ہم کسی سونامی کے منتظر ہیں؟ لہٰذا حکومت سے التماس ہے کہ وہ بسنت منانے اور جشن بہاراں کا انعقاد چھوڑ کر پتنگ کی ڈور کی فروخت پر مستقل پابندی عائد کرے۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کے تصورات کے مطابق مملکت خداداد پاکستان میں دین حق کے حقیقی قیام اور شریعت کے نفاذ پر کمربستہ ہو جائے۔ وگرنہ کوئی سونامی یہاں بھی آئے گا اور اس وقت وہ مہلت ختم ہو چکی ہوگی جو ہمیں ملی ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں اور اصلاحِ حال پر کمربستہ ہو جائیں۔ اس کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں سمیت ہر شخص پہلے اپنی ذات پر اور پھر ملک میں حقیقی اسلام نافذ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے' آمین! (مرتب: فرقان دانش خان)

پریس ریلیز

4 فروری 05ء

ہر وہ تہذیب، معاشرت اور نظام طاغوت ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہدایات کا انکار کر دے۔ امریکہ اور اس کے سرکش حکمران دورِ حاضر کا سب سے بڑا طاغوت ہیں، جن کی سرکشی اپنی حدوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ امریکہ اور اس کے حکمران انسانیت کو جس تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں وہ سونامی کے طوفان سے بڑی تباہی ہے، کیونکہ وہ انسان کو حیوان بنا کر اپنا غلام بنا رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے ناظم تربیت جناب شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا میڈیا اور ہمارے روشن خیال دانشور و حکمران اس طاغوت کی اطاعت میں بسنت اور ویلنٹائن ڈے جیسے غیر اسلامی تہواروں کے ذریعے عریانی و بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ افسوس کہ آج ہمارے ملک میں ہر بُرائی کی حفاظت کی جا رہی ہے اور ہر اچھائی کو بُرائی کہا جا رہا ہے۔ ایک طرف پٹرول کی قیمتیں اور مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے کہ عام آدمی کے لئے دو وقت کی روٹی پوری کرنا مشکل ہو گیا ہے تو دوسری طرف پتنگوں اور شراب نوشی پر اربوں روپے لٹائے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دین سے دوری اور طاغوت کی پیروی کا اب یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہم اپنے دشمن اور متعصب ہندوؤں کو تو گلے لگا رہے ہیں اور اپنے دیندار اور دین کے محافظ بھائیوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ شاہد اسلم نے کہا کہ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ طاغوت کا انکار بھی ضروری ہے۔ اگر طاغوت کا انکار نہ ہو اور طاغوت کا قوت و اقتدار قائم رہے تو اللہ کی بندگی کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حق بات کہنے اور حق کا ساتھ دینے کو اپنا وطیرہ بنانا چاہئے خواہ اس کے لئے کوئی منصب یا کوئی مفاد ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ یہی اسلام کا راستہ ہے، اس راستے سے ہٹ کر ہم مسلمان کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ (جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

عرش کے سایہ میں کون؟

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات قسم کے آدمیوں کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا' اس دن جس دن سوائے اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(1) منصف حکمران' مثلاً بادشاہ' صدر یا وزیراعظم' جو عدل کے مطابق حکومت کرتا ہے)

(2) وہ نوجوان' جس کی زندگی اللہ کی عبادت میں گزری۔

(3) وہ آدمی' جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا (اس کی محبت یا اس کے ڈر سے) اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

(4) وہ آدمی' جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا ہے (یعنی وہ ہمیشہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے' نماز کے بعد جب وہ مسجد سے باہر آتا ہے تو دوسری بار نماز کے لئے مسجد میں جانے کا انتظار کرتا رہتا ہے)

(5) وہ دو آدمی جو صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' یہی جذبہ ان کو اکٹھا کرتا ہے اور یہی جذبہ لئے ہوئے وہ الگ ہوتے ہیں (وہ کسی دنیوی مفاد کی غرض سے نہیں بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں)

(6) وہ مرد جو کسی اُونچے گھرانے کی حسین اور خوبصورت عورت کی دعوتِ عیش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(7) وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے میں اس حد تک رازداری سے کام لے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہ جانتا ہو کہ دایاں ہاتھ کیا دے رہا ہے۔

''اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو سایہ میں جگہ دے گا''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رحمان کریم اپنے ان خاص بندوں کو اپنی حفاظت اور حمایت میں لے کر ان کی عزت افزائی فرمائے گا۔ اس لئے وہ میدانِ حشر کی گھبراہٹ' بے چینی اور حرارت سے محفوظ رہیں گے۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ حشر کے میدان میں جب سورج ایک میل کے فاصلہ سے سخت گرمی برسا کر لوگوں کو پسینہ اور حبس میں مبتلا کر دے گا' اس وقت اللہ کے عرش کے سایہ کی سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عرش الٰہی کے سایہ میں ان سات قسم کے آدمیوں کو جگہ ملے گی جن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ (متفق علیہ)

بسنت اور یوم یکجہتی کشمیر

ایوب بیگ مرزا

ذوالفقار علی بھٹو کے دور سے 5 فروری کا دن کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کے دن کے طور پر منایا جانا شروع ہوا کیونکہ اس روز بھارت نے اپنے آئین میں کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کیا تھا۔ آغاز میں اس میں عوامی جوش و خروش بھی شامل تھا اور احتجاج کا رنگ بھی غالب ہوتا تھا بعد ازاں یہ محض ایک چھٹی منانے کا دن بن کر رہ گیا اگرچہ کشمیر کے موضوع پر سیمینار ہوتے جن میں مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں کے مظالم کو بیان کیا جاتا اور بھارتی حکومت سے مطالبہ کرنے کی رسم پوری کی جاتی کہ وہ ان مظالم کو بند کر دے اور کشمیریوں کو یہ حق دے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں۔ علاوہ ازیں ہاتھوں کی زنجیر بنانا اور اقوام متحدہ کے علاقائی دفتر میں یادداشت پیش کرنا جیسی فیشن ایبل رسومات بھی ادا کی جاتیں۔

گزشتہ سال تک یہی کچھ ہوتا رہا۔ حکمران اور عوام کشمیر کے معاملے میں سنجیدہ تھے یہ بات الگ ہے بہرحال یہ رسمی کارروائیاں ہوتی رہیں۔ اس سال ہم نے عجیب اور مضحکہ خیز انداز میں یہ دن منایا ہے اگرچہ ہندوؤں کا تہوار بسنت ہم گزشتہ کئی سالوں سے سرکاری سرپرستی میں منا رہے تھے اور جب ہندوؤں کے تہوار کے حوالہ سے زیادہ تنقید ہوتی تھی تو سرکاری طور پر اس کو جشن بہاراں کا نام دے کر موسمی تہوار ہونے کا دعویٰ کیا جاتا تھا حالانکہ بہار کا موسم ہمارے ہاں مارچ کے وسط میں شروع ہوتا ہے۔

بہرحال اس مرتبہ 6 فروری کو یوم بسنت قرار دے کر اسے یوم کشمیر کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور اس روز بھارتی ہندوؤں اور سکھوں کو لاہور لانے کے لئے خصوصی طور پر انتظامات کئے گئے وہاں سے رقاصاؤں اور اداکاروں کے طائفے لاہور پہنچے جنہیں مہذب دنیا کی تہذیب یافتہ زبان میں فنکار کہا جاتا ہے۔ ان کی خاطر مدارات اور حق میزبانی ادا کرنے کے لئے بھارتی شراب بھی تھوک کے حساب سے منگوائی گئی۔

اس تماشا کا نظارہ کرنے کے لئے کراچی' اسلام آباد اور فیصل آباد سے معززین اور قوم کے اکابرین لاہور پہنچے عام لوگوں کے لئے کوئی فلائٹ دستیاب نہیں تھی۔ شہر کے تمام بڑے ہوٹلوں میں کمرے بک تھے۔ بڑی بڑی عمارتوں اور اندرون شہر مکانوں کی چھتیں کروڑوں روپے خرچ کر کے بک کروالی گئی تھیں جن پر بسنت نائٹ کو شراب اور کباب چلتے رہے۔ نازک اور بے پیرہن جسم تھرکتے رہے اتنے ڈھول پیٹے گئے کہ امرتسر آواز پہنچی ہوگی۔

ٹیلی ویژن چینل معزز بھارتی مہمانوں سے داد لینے کے لئے لاہور کی بسنت نائٹ پر تبصرہ کرنے کو کہتے رہے وہ دل کھول کر خوب داد دیتے رہے اور ایسی معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے جیسے پاکستان کا مطلب کیا کا صحیح مفہوم انہیں اب سمجھ آ گیا ہے وہ خواہ مخواہ اتنا طویل عرصہ خوفزدہ رہے۔

بہرحال اس مرتبہ یوم کشمیر پر حکومت کی طرف سے جو بسنت ڈپلومیسی کا مظاہرہ ہوا وہ قابل داد تھا 5 اور 6 فروری کے جڑواں دنوں میں کشمیریوں اور ہندوؤں دونوں کے ساتھ یکجہتی منا کر ہم نے سفارتی میدان میں پتلٹی سٹروک حاصل کر لیا ہے۔ کشمیری بھی خوش اور بھارت و امریکہ بھی خوش۔ اب تو امریکی صدر بش کا فرض بنتا ہے کہ جس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ ہم نے بسنت نائٹ کو کیا ہے اس کی جزا کے طور پر وہ ہمارے سینہ پر ایک اور تمغہ جرأت سجا دیں بلکہ امن کے نوبل پرائز کے لئے ہماری سفارش کر دیں۔

7 فروری کے اخبارات میں بسنت کے ڈے اینڈ نائٹ میچ کی تفاصیل موجود تھیں' جن کے مطابق صرف ان 24 گھنٹوں میں اور صرف لاہور میں 22 افراد ہلاک ہوئے' سینکڑوں افراد زخمی ہوئے' بجلی کی ٹرپنگ چار ہزار ایک سو مرتبہ ہوئی۔ 86 فیڈرز کی کارکردگی متاثر ہوئی یعنی اب وہ پہلے کی طرح کام نہیں کر سکیں گے۔ دو فیڈر مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ واپڈا کا کئی کروڑ روپے اس کے علاوہ نقصان ہوا۔ ہلاک ہونے والوں میں ڈیڑھ یا دو سال کے معصوم بچے بھی تھے جو والدین کے ساتھ سڑک پر جا رہے تھے کہ قاتل ڈور نے ان کی شاہ رگ کاٹ دی۔ ابھی تو بارش نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا ورنہ زخمیوں اور ہلاک شدگان کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔ کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی منانے کا یہ بھی ایک انداز ہو سکتا ہے ہم ہندوستان کو بتا دیں کہ جان و عزت کا گنوانا ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں اگر ہندو فوجی روزانہ کشمیر میں کچھ گھرانوں کے چراغ بجھاتے ہیں کچھ عصمتیں لٹتی ہیں ہم خود انہیں یہاں مدعو کر کے اپنے شہریوں کی گردنیں کاٹتے ہیں یہاں کی دوشیزاؤں کے جسم سر عام تھرتھراتے ہیں۔ عزت و عفت بھی ہمارے لئے کوئی ایسی اہم چیز نہیں ہے۔ پاکستان کے صدر محترم جناب پرویز مشرف بھی بسنت نائٹ منانے کے لئے خاص طور پر لاہور تشریف لائے۔ اخبار کے مطابق وہ ڈی پوائنٹ پلازہ رنگ محل کی چھت سے جو وسطی لاہور کے عین قلب میں ہے۔ بسنت کا نظارہ کرتے رہے۔ اخبار میں بسنت کی خونریزی کی خبریں پڑھ کر اور واپڈا کی مٹی پلید ہوتی دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ محترم سے یہ سوال کرنے کی جرأت کروں کہ نائن الیون کے بعد دہشت گردی انتہا پسندی آپ کا تکیہ کلام بن چکا ہے کیا اپنے شغل اور تفریح کے لئے لوگوں کی شہ رگیں کاٹ دینا دہشت گردی نہیں ہے۔ کیا قومی اثاثوں کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانا جرم نہیں ہے۔ بسنت نائٹ پر جان و مال کا یہ نقصان روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی کون سی قسم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اکابرین خود تو تسلیم کر ہی چکے ہیں کہ طاقت چاہے گوانتاناموبے میں انسانوں کو پنجرے میں بند کرے اور چاہے انہیں کنٹینروں میں دم گھٹ کر مار دے روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہے اور کمزور اگر اپنی حفاظت کے لئے لاٹھی بھی اٹھائے تو دہشت گرد اور انتہا پسند کہلائے گا۔

حکمرانوں کی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ عوام بھی اس اصول کو تسلیم کر لیں اور رضامندی سے قبول کر لیں۔ پتنگ بازی کو ایک کھیل بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ کیسا کھیل ہے جس کا جانی مالی نقصان کھیل سے لاتعلق لوگوں کو پہنچتا ہے۔ باکسنگ انتہائی خطرناک کھیل ہے لیکن دوران کھیل شاید ہی ایک یا دو افراد ہلاک ہوئے ہوں' کبھی کسی دوسرے انسان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا۔ فٹ بال اس وقت دنیا کا مقبول ترین کھیل ہے اس کے میچ میں تماشائی شمار نہیں کئے جا سکتے کبھی کبھار ہڑبونگ مچ جانے سے انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں یہ واحد کھیل ہے جس میں تماشائیوں کو جانی نقصان پہنچتا ہے لیکن ان کی تعداد انتہائی قلیل ہوتی ہے پھر یہ کہ مدتوں بعد یہ حادثہ ہوتا ہے بہرحال یہ تماشائی خود اپنی مرضی سے وہاں جاتے ہیں تبھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ پتنگ بازی کیسا کھیل ہے کہ اس سے راہ گیر ہلاک ہو جاتے ہیں جن کا

اس وحشت ناک کھیل سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ واپڈا اپنا نقصان ظاہر ہے' عوام ہی سے پورا کرتا ہو گا وہ عوام جس کی کمر پہلے ہی مہنگائی سے ٹوٹ چکی ہے پھر یہ کہ یہ کھیل مکانوں کی چھتوں پر کھیلا جاتا ہے جس سے نوجوانوں کی تانک جھانک کی اکثر شکایات ملتی رہتی ہیں۔ بہر حال چادر اور چار دیواری کا مکمل تحفظ ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے خطرناک اور بے ہودہ کھیل کے لئے ہم کاغذ شہتیر اور دھاگہ بیرون ملک سے درآمد کرتے ہیں اور وہ قیمتی زرمبادلہ جو عوام کے خون پسینہ کی کمائی ہوتی ہے اور جو چاول اور کپاس جیسی بنیادی عوامی ضروریات کو برآمد کر کے کمایا جاتا ہے اس زرمبادلہ کو ہم اس خونی اور نامعقول کھیل کے لئے ضائع کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا حقیقتاً ہمارے حکمرانوں کو خود اس کھیل سے بڑی دلچسپی ہے خصوصاً کسی فوجی کو تو اس کھیل سے دلچسپی ہونے کا امکان بہت ہی کم ہے پھر بھی انہوں نے اس کی اجازت دے رکھی ہے اور موسم سرما کے کم از کم چار پانچ ماہ عوام کے سروں پر تلوار لٹکتی رہتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حکمران چاہتے ہیں کہ عوام ایسے کھیل تماشاؤں میں لگے رہیں کہ اصل مسائل ان کی نگاہوں سے اوجھل رہیں۔ انہیں اصل مسئلہ اپنی کرسی کے تحفظ کا ہے اور وہ اس کرسی کی خاطر عوام کی جان و مال سے کھیلنے کی اجازت دیئے رکھتے ہیں اور عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لاکھوں عوام کا روزگار اس سے وابستہ ہے کیا شراب' جوئے' منشیات اور سمگلنگ سے ایک کثیر تعداد کو روزگار میسر نہیں آتا اور کیا کسی ایک کو روزگار مہیا کرنے کے لئے کسی دوسرے کی جان کا رسک لیا جانا چاہئے اس کی اجازت کس شریعت اور کس دنیوی قانون میں ہے۔ پنجاب حکومت نے ایک ہی تو اچھا کام کیا تھا کہ گزشتہ سال اس کھیل پر پابندی لگا دی تھی اور چند ماہ انتہائی سکون سے گزرے تھے نہ ڈور سے شہ رگ کٹنے کے حادثات ہوئے نہ بجلی کی ٹرپنگ ہوئی لیکن بسنت مافیا اتنا طاقتور ہو چکا ہے کہ وہ احکامات واپس لینے پر مجبور ہوئے حکومت کے نزدیک اہم ترین چیز عوام کا جان و مال ہونا چاہئے لہٰذا یہ کھیل ہے تو اسے بند ہونا چاہئے کہ دوسروں کی جان و مال کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور اگر تہوار ہے تو اغیار کا ہے اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں حکومت کا فرض ہے کہ اس پر مکمل اور مستقل پابندی لگائے۔

جنت کی اہمیت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''بہشت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ' دنیا اور اس کی ساری دلفریبیوں سے بہتر ہے''۔ (رواہ بخاری)

حقیقت حال

''ابو جہل بھی مجاہد تھا''؟

جہاد کے لغوی مفہوم اور دینی تصور کی وضاحت کے ضمن میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک مفصل مضمون میں شامل ایک جملے کو سیاق و سباق سے کاٹ کر بعض طبقات نے اس منفی تاثر کو عام کرنے کی کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ابو جہل بھی مجاہد تھا۔ اس ضمن میں محترم ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے متعلقہ حصے کو من و عن درج کیا جا رہا ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہو اور غلط فہمی رفع ہو سکے! (ادارہ)

''......فرض کیجئے اگر کسی کے ذہن میں اشتراکیت کا فلسفہ بیٹھ گیا اور وہ اسی کو صحیح سمجھتا ہے' تاریخ کی یہی تعبیر اسے درست معلوم ہوتی ہے تو اب اگر اُس نے اس نظریئے کو پھیلایا اور اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی تو یہ جہاد فی سبیل الاشتراکیہ ہے۔ اسی طرح عوام کے جمہوری حقوق کے لئے آواز اٹھانا' جاگیرداری نظام سے آزادی حاصل کر کے جمہوریت کے قیام کی جدوجہد کرنا جہاد فی سبیل الدیموکراتیہ ہے۔

اسی طرح ایک جہاد فی سبیل الشرک ہے' یعنی شرک کے حق میں جہاد کرنا۔ اس معنی میں یہ لفظ (جہاد) قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے کہ مشرک والدین اگر تم سے جہاد کریں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو تو ان کی اطاعت مت کرنا۔ سورۃ العنکبوت میں الفاظ آئے ہیں: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ اور سورۂ لقمان میں فرمایا ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾۔ مشرک والدین کے نوجوان بیٹے جب ایمان لے آئے تو ان پر مشرک والدین کا بھرپور دباؤ یہ تھا کہ واپس آ جاؤ اور اس دین کو چھوڑ دو۔ اُن کا دباؤ اور کوشش درحقیقت جہاد فی سبیل الشرک' فی سبیل الکفر اور فی سبیل الطاغوت تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ آیت بھی آئی ہے کہ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ......﴾ (النساء:76) ''جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں' اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں......'' ظاہر بات ہے بدر میں ابو جہل اور اس کے ساتھی بھی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر آئے تھے' لہٰذا وہ بھی مجاہد تھے' لیکن وہ مجاہد فی سبیل الشیطان' فی سبیل الشرک اور فی سبیل الطاغوت تھے۔ جب کہ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ﴾ مجاہدین فی سبیل اللہ تھے۔

یہاں آ کر اب ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی اصطلاح معین ہوئی۔ ''جہاد'' کی تیسری منزل کسی نظریئے اور نظام کی بنیاد پر جہاد ہے ____ اور اسلام میں وہ نظریہ ایمان ہے۔ ایمان کے اس نظریئے پر ایک نظام قائم ہوتا ہے۔ اس نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے......''

(بحوالہ میثاق: نومبر 1999ء' ص 26)

ہفت روزہ تربیت گاہیں

برائے

مبتدی و ملتزم رفقاء

ان شاء اللہ مبتدی و ملتزم رفقاء کے لئے ہفت روزہ تربیت گاہیں 20 فروری بروز اتوار نماز عصر سے مرکز تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو' لاہور میں منعقد ہو رہی ہیں۔

رفقاء زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر تنظیم سے حقیقی وابستگی کا ثبوت دیں۔

المعلن: **شعبہ تربیت**' تنظیم اسلامی

از ربا آخر چہ می زائد؟ فتن!

گزشتہ ستاون برسوں کے دوران پاکستانی معیشت کو سود جیسے بھیانک آسیب سے آزاد کرانے کی مساعی اور اس راہ کی رکاوٹوں کا ایک جائزہ!

حافظ عاطف وحید

اسلام کے بارے میں یہ بات بلا جھجک اور بغیر کسی تکلف کے کہی جاسکتی ہے کہ اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر گوشے پر محیط ہیں۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہمہ گیر اکائی ہے۔ یعنی اسلام کے ایمانی اور اعتقادی امور کا انفرادی واجتماعی اعمال وافعال سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا انسانی جسم کا جان اور روح سے ہے۔ اسی طرح کا معاملہ انفرادی اور اجتماعی معاملات اور اجتماعیت کے مختلف گوشوں کا آپس میں بھی ہے۔ معاشی امور کے ضمن میں جو احکام دیے گئے ہیں ان کا ایمانیات سے تعلق تو ہے ہی' ساجی و معاشرتی مقاصد سے بھی گہرا ربط وتعلق ہے۔ ربا یعنی سود اس کی بہترین مثال ہے۔ بظاہر یہ ایک معاشی لین دین کا معاملہ ہے' لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اعتقادی سطح پر یہ اللہ پر ایمان وتوکل کا براہ راست ناقض ہے۔ انسانی جان کی تیرگی اور قلب وروح کی قساوت کی علامت ہے...... ''از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ!'' اور بین الانسانی معاشرتی اقدار کے لئے مہیب عفریت کی مانند ہے...... ''آدمی درندہ بے دندان و چنگ!'' شاید اسی بنا پر فرمایا ہے نبی آخر الزماں ﷺ نے کہ جس قوم میں (اللہ پر ایمان کے دعوے کے باوجود) ربا کے معاملات غلبہ پالیں' اُس قوم کو غربت وافلاس کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ حدیث میں بیان کردہ اس وعید کو جان لینے کے بعد اس حقیقت کو سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں رہتا کہ ہمارے ملک میں مبینہ طور پر بیرونی سطح پر کشکول شکنی کے باوجود' اور زرِ مبادلہ کے ذخائر میں ''ریکارڈ'' اضافے کے علی الرغم غربت میں روز افزوں اضافے اور عام آدمی کی معاشی پریشانیوں میں ''آف دی ریکارڈ'' ترقی کا اصل سبب کیا ہے۔

متذکرہ بالا حقیقت کے پیش نظر کس قدر قابل افسوس بات ہے کہ آج ستاون برس گزرنے کے بعد بھی صورت حال یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیا جانے والا ملک' اسلامی جمہوریہ پاکستان' اس اُمّ الخبائث یعنی سود کے حوالے سے اُسی مقام پر کھڑا ہے جہاں ستاون برس پہلے تھا...... بلکہ بعض حوالوں سے ترقی معکوس کا شکار ہے۔ قائداعظم نے 1948ء میں سٹیٹ بنک کی عمارت کے افتتاح کے موقع پر واشگاف الفاظ میں وہ حقیقت بیان کر دی تھی جو مذکورہ بالا حدیث میں رسالت مآب ﷺ نے چودہ سو سال پہلے منکشف کی تھی۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ مغرب کے سود پر مبنی معاشی نظام نے انسانیت کو سوائے پسماندگی اور محرومی کے کچھ نہیں دیا۔ انسانی مسائل کم ہونے کے بجائے زیادہ سے زیادہ کی جانب گامزن ہیں۔ اپنی اسی تاریخی تقریر میں قائداعظمؒ نے ماہرین معاشیات کو اسلامی اصولوں پر مبنی نظام وضع کرنے کا ٹاسک دیا تھا' تاکہ ایک حقیقی فلاحی اسلامی ریاست کے تقاضے پورے کئے جاسکیں۔

گزشتہ ستاون برس کے دوران معیشت کو سود سے پاک کرنے کے ضمن میں کئی کوششیں بھی ہوئی ہیں۔ صرف چند کا اشارۃً ذکر مفید رہے گا۔ 1969ء میں اسلامی آئیڈیالوجی کونسل نے فیصلہ دیا کہ بینک انٹرسٹ ربا ہے' لہٰذا اسے ملکی معیشت سے ''دیس نکالا'' دیا جائے۔ پھر اسی کونسل نے 1980ء میں بلاسود نظام معیشت پر تفصیلی رپورٹ مرتب کر کے حکومتِ وقت کو پیش کی۔ بعد ازاں 1984ء میں مارک اپ فائنانسنگ پر تنبیہی رپورٹ جاری کر کے کونسل نے اپنی ہی سابقہ رپورٹ کی بعض کمزوریوں کا ازالہ کر دیا۔ اس کے بعد 1991ء میں فیڈرل شریعت کورٹ کے سہ رکنی بنچ نے طویل سماعت کے بعد یہ تاریخی فیصلہ جاری کیا کہ بینک انٹرسٹ ربا ہونے کی بنا پر اس لائق ہے کہ اس سے متعلقہ قوانین کو قانون کی کتابوں سے خارج کیا جائے اور جون 1992ء تک متبادل قانون فراہم کر کے ان کے مطابق معاملات کو استوار کیا جائے۔ بجائے اس فیصلے پر خلوص سے عملدرآمد کرنے کے' مفاد پرستوں کے ایک گروہ نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دی اور یوں معاملے کو طویل مدت کے لئے التواء میں ڈال دیا گیا۔ 1992ء میں ہی کمیشن فار اسلامائزیشن آف اکانومی نے بھی غیر سودی نظام معیشت پر اپنی تفصیلی رپورٹ کابینہ کو پیش کر کے حکومت وقت پر اتمام حجت کر دی۔

1997ء میں اس وقت کے وزیراعظم نے انجمن خدام القرآن کے صدر مؤسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے ایک نجی ملاقات میں وعدہ کیا کہ غیر سودی نظام معیشت پر مثبت پیش رفت کے ضمن میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا۔ اس دوران انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے مظاہروں' سیمینارز اور مراسلاتی مہم کے ذریعے انسدادِ سود کے حق میں ایک بھرپور مہم بھی چلائی گئی۔ لیکن کافی مدت گزار دینے کے باوجود حکومتی سطح پر کسی مثبت پیش رفت کے آثار نظر نہیں آئے۔ بالآخر 1999ء میں سپریم کورٹ نے اس کیس کی سماعت کے لئے پانچ رکنی شریعت اپیلٹ بینچ تشکیل دیا اور ایک مرتبہ پھر تمام امور پر بالکل ابتداء سے بحث کا آغاز کیا۔ تقریباً چار پانچ ماہ پر محیط سماعتی نشستوں کے بعد فاضل عدالت نے بجملہ انہی فیصلوں کا اعادہ کیا جو آٹھ برس قبل فیڈرل شریعت کورٹ نے دیئے تھے۔ سپریم کورٹ کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل اس فیصلے میں حکومتی اداروں کو پابند کیا گیا تھا کہ جون 2001ء تک غیر سودی نظام کے جملہ تقاضے پورے کر کے معاملات کو اسلامی طریقوں کے مطابق استوار کیا جائے۔ ایک آزاد عدلیہ کے اس فیصلے پر قوم نے دل سے اللہ کا شکر ادا کیا' اس لئے کہ اب امکان پیدا ہو گیا تھا کہ اللہ کے خلاف چھیڑی گئی جنگ سے رستگاری کے حالات فراہم ہو سکیں۔

یہاں ایک مرتبہ پھر ہماری قومی اور اجتماعی بدقسمتی نے سر اٹھایا۔ کورٹ کے اس فیصلے کی شکل میں اللہ کی طرف سے اتمام حجت قائم ہو جانے کے باوصف حکومتِ وقت نے یو بی ایل کے کاندھوں پر رکھ کر یہ بندوق چلائی کہ جب کورٹ کے فیصلے کے مطابق مدتِ مہلت نزدیک آئی تو معلوم ہو کہ اس فیصلے کے خلاف کہیں' عالم بالا ہی بالا' میں ایک ریویو پٹیشن سپریم کورٹ میں دائر کی جا چکی ہے۔ ریویو پٹیشن کی سماعت کا وقت آیا تو کیفیت یہ تھی کہ سابقہ بینچ کے ججز میں سے تین ججز پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے کی بنا پر یا کسی دوسرے سبب سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ جو دو باقی تھے ان میں سے ایک فاضل جج 1991ء کے فیصلے کے signatory ہونے کے باوجود اب بالکل مختلف انداز میں کورٹ کی نمائندگی کر رہے تھے۔ بقیہ ججز بالکل نئے تھے...... بہرحال اس موقع پر بنچ نے سابقہ فیصلے میں یہ تبدیلی کر دی کہ اب مدتِ مہلت (deadline) جون 2001ء نہیں بلکہ جون 2002ء شمار کی جائے گی۔ گویا

transformation کے لئے مزید ایک سال کی مہلت دے دی گئی۔

اللہ کے خلاف اعلان جنگ جاری رکھنے کی یہ مہلت بھی بنام خدا مکمل ہوئی تو ایک مرتبہ پھر کورٹ میں سٹیج سجایا گیا۔ اب کی بار یہ تدبیر پہلے سے ہی کر لی گئی تھی کہ بنچ میں موجود وہ واحد جج جو عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ سابقہ فیصلوں کے 'شاہد' بھی تھے، انہیں بیک نوک قلم منصب منصفی سے ہٹا دیا گیا...... نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی! قصہ مختصر' نوبت بایں جا رسید' کہ اب پی سی او پر حلف اٹھائی ہوئی عدالت نے اپنے ہی سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہ کی اور یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ 1999ء والا فیصلہ عدل کے تقاضوں سے متجاوز تھا' لہٰذا کالعدم کیا جاتا ہے اور معاملہ شریعت کورٹ کی طرف لوٹایا جاتا ہے تا کہ وہ بھی اپنے 1991ء والے فیصلے پر نظر ثانی کر لے! اس فیصلے کا اور کوئی فائدہ ہو نہ ہو' ایک فائدہ ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی صداقت کے لئے زندہ مثال ہاتھ آجاتی ہے۔

"بندگی" میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور "آزادی" میں بحر بیکراں ہے زندگی!

گزشتہ تین برسوں سے اب یہ فیصلہ شریعت کورٹ کے سرد خانے کی زینت ہے۔ بدقسمتی سے اُمت مرحوم کی قسمت دو بُرے انجاموں کے مابین معلق نظر آتی ہے...... اِلاّ یہ کہ رحمت خداوندی ہی ہماری دستگیری فرمالے! ایک انجام اُن تاخیری حربوں کی صورت میں ہے جو اللہ کے خلاف جنگ کا چیلنج قبول کرنے پر ہر روز ایک نئی افتاد کی مانند ہماری پیٹھوں پر برستا ہے۔ ملک کو لاحق داخلی اور خارجی خدشات اس جاری جنگ کے نتائج کا محض ایک پرتو ہیں۔ اصل انجام کو زباں پر لانے سے ہی کپکپی طاری ہوتی ہے۔ دوسرا متوقع انجام اُس جیسا ممکنہ المیہ ہے جو 2002ء میں پی سی او پر حلف اُٹھائی ہوئی کورٹ کے ہاتھوں کمال ہوشیاری سے انجام پذیر ہوا تھا۔ یعنی...... خاکم بدہن...... کہیں یہی کھیل فیڈرل شریعت کورٹ میں بھی نہ کھیل دیا جائے اور یہ کانٹا ہمیشہ کے لئے ہی نہ نکال دیا جائے۔ اس صورت حال میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ "وقت دعا" ہے۔ ہر ہوش مند اور باشعور شخص کو معاملے کی نزاکت پہچان کر دعا کے ساتھ ساتھ اس کام کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہئے!

مورخہ 16' 17 فروری 2005ء کو بعد نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم میں ہونے والے سیمینار بعنوان "اسلام اور بینکنگ" کا ہدف اور محرک بھی یہی ہے کہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں عمومی آگہی پیدا کی جائے۔ دلچسپی رکھنے والے افراد کے لئے یہ سیمینار علم و آگہی کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگا' ان شاء اللہ!

دو روزہ سیمینار

اسلام اور بینکنگ

زیر صدارت : **ڈاکٹر اسرار احمد**

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

موضوعات :

- جدید نظام بینکاری اور عالمی مالیاتی شکنجہ' ــــ تاریخ کے تناظر میں!
- سود کی حرمت اور اقسام قرآن وسنت کی روشنی میں
- پاکستان میں انسداد سود کا ماضی' حال اور مستقبل؟
- بینکنگ کے لئے حقیقی اسلامی اساسات
- **TMCL** ــــ غیر سودی کریڈٹ اور تخلیق زر کا باصلاحیت متبادل

فاضل مقررین :

- جناب جسٹس (ریٹائرڈ) وجیہہ الدین صدیقی (مہمان خصوصی)
- جناب عبدالودود خان
- جناب پروفیسر عبیداللہ خان
- جناب ڈاکٹر طاہر ابرار
- جناب پروفیسر میاں محمد اکرم
- جناب حافظ عاطف وحید

پروگرام ان شاء اللہ :

مورخہ 16 اور 17 فروری 2005ء بعد نماز مغرب

بمقام : **قرآن آڈیٹوریم' 191** اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

زیر اہتمام : شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی' 36 کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

بقیہ: اداریہ

تر اسرائیل" کے صیہونی اژدہے کی گرفت میں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "ندائے خلافت" کا فلسطین نمبر) لانے کے لئے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ایٹمی پھیلاؤ کو سعودی عرب تک لے جانے کی "اطلاع" سی آئی اے نے شائع کرادی ہے۔ پاکستان کو ترغیب دی جارہی ہے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرے' ورنہ دنیا بھر میں یورینیم کی افزودگی اور ایٹمی راز پھیلانے کے جرم میں آج نہیں' تو کل اسے بھی فوجی کارروائی کا نشانہ بننا پڑے گا' جس میں بھارت بھی شامل ہوگا۔ قوم حکومت پاکستان سے سوال کرتی ہے کہ ایران پر اسرائیل اور امریکہ کی فوجی کارروائی کی صورت میں پاکستان کس کی جانب ہوگا؟ کیا اس کے لئے غیر جانبدار رہنا ممکن ہوگا؟ سوال دوٹوک ہے۔ جواب بھی دوٹوک ہونا چاہئے۔

کیا "سب سے پہلے پاکستان" کے اصول کے تحت ہم امارتِ اسلامی افغانستان کا دھڑن تختہ کرنے اور اپنے مسلمان افغان بھائیوں کو آگ و خون میں نہلانے کے بعد اب ایران کے خلاف امریکہ کی کارروائی میں بھی حصہ دار بنیں گے؟ اور کیا ایران کے بعد پاکستان کی باری نہیں آئے گی اور جب ہماری باری آئے گی تو ہم کس منہ سے کسی دوسرے اسلامی ملک کی طرف مدد طلب نگاہوں سے دیکھ سکیں گے؟ (ادارہ)

خلافت کانفرنس اور نیشنل کانگریس کا اشتراک

سید قاسم محمود

زمانہ بدلا۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ (1911ء)، الحاق یونیورسٹی کا چارٹر دینے سے حکومت کا انکار، مسجد کان پور کے معاملے میں انصاف پر برطانوی وقار کو ترجیح۔ انگریزوں کی ان نامعقول حرکتوں نے مسلمانوں کو اُن سے پہلے ہی متنفر کر دیا تھا۔ اس کے بعد طرابلس اور بلقان میں ترکوں کے دشمنوں کے ساتھ سازشیں، پھر جنگ کے دوران مسلمانوں سے وعدے اور اختتام جنگ پر اُن سے انحراف اور بالآخر ترکوں کا قتل عام کرنے کے لئے برطانیہ ہی کا بحری بیڑا یونانیوں کو سمرنا کے ساحل تک اپنی حفاظت میں لے کر آنا۔ قتل عام کی خبریں تمام دنیا کی طرح ہندوستان میں بھی شائع ہوئیں۔ مسلمانوں میں جوش اور غصہ پیدا کرنے کے لئے یہ بہت تھا۔ اس پر خلافتی لیڈروں کی تقریریں، محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا احمد سعید دہلوی، فاخر الہ آبادی، ہر ایک مولوی اور مولانا، اُن کی زبانیں شعلے بھڑکا رہی تھیں اور انگارے برسا رہی تھیں۔ جیسے شعلہ بیان خطیب ''خلافت کانفرنس'' کے پلیٹ پر آئے۔ پھر کبھی نہیں دیکھے گئے۔

ان ہی میں مولانا حسرت موہانی بھی تھے، جن کو آورد اور اہتمام سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اختصار و سادگی ہر کام میں پسند، اس لئے اُن کو خطیبوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا۔ مگر تقریر ایسی مدلل اور سیاسی نکات سے آراستہ کرتے تھے کہ اُس کا ایک ایک فقرہ عوام سے زیادہ لیڈروں کے لئے بصیرت افروز ہوتا تھا۔ ایک اور تھا جو کہتا ہی رہتا تھا اور کرتا کچھ نہ تھا، مگر ایسا کہتا تھا کہ خود اُسی کے استعارے کے مطابق اس سے کبوتر اور فاختہ کے سینے میں شیر و شاہین کا دل پیدا ہوتا تھا۔ جنگ طرابلس کے آغاز کے ساتھ اس نے رجز خوانی شروع کی اور تمام عمر جاری رکھی۔ علامہ اقبال نے ایسی خوبی اور رعنائی سے اسلامی تصورات اور تمنائیں پیش کیں کہ وہ مسلمان جن میں زندگی کی صلاحیت باقی تھی، ہوش میں آ گئے اور بیدار ہو گئے۔ اُس وقت سے قیام پاکستان تک مسلمانوں کی جتنی تحریکیں پیدا ہوئیں، اُن میں اس فکر اور جوش اور ولولے کا ضرور دخل رہا جو اقبال کی شاعری سے پیدا ہوا تھا۔

خلافت کمیٹی کا فیصلہ:

''معاہدۂ سیورے'' ہندوستان میں 14 مئی 1920ء کو شائع ہوا۔ اس معاہدے کی شرائط ایسی غلط اور بری تھیں کہ وائسرائے ہند کو بھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان پر مسلمانانِ ہند سے ہمدردی اور اُن کو صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ انہوں نے مسلمانانِ ہند کے نام ایک خصوصی پیغام شائع کرایا۔ یہ پیغام مسلمانانِ ہند کے زخموں پر نمک ثابت ہوا۔ 28 مئی کو بمبئی میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا۔ اس میں گاندھی جی کے مجوزہ عدم تعاون کے پروگرام پر غور و بحث کے بعد قرار پایا کہ مسلمانوں کے مقاصد کی تکمیل کا واحد ذریعہ عدم تعاون ہے۔

30 مئی کو ہنٹر کمیٹی کی رپورٹ اور ترکی سے معاہدۂ صلح پر غور کرنے کے لئے بنارس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جلسہ منعقد ہوا۔ بڑی طویل بحث کے بعد اس میں یہ طے ہوا کہ عدم تعاون کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے نیشنل کانگریس کا خاص اجلاس طلب کیا جائے۔ کانگریس کے بعض مقتدر رہنماؤں کو اپنا قدیم آئینی طرز عمل ترک کرنے میں بڑا پس و پیش تھا۔

اس موقع پر گاندھی جی نے یہ طے کیا کہ عدم تعاون کا مسئلہ، جو ابھی تک محض خلافت سے متعلق تھا، ''ہندو آل پارٹیز کانفرنس'' میں پیش کیا جائے۔ یہ کانفرنس 2 جون کو الٰہ آباد میں منعقد ہوئی۔ اس نے باضابطہ عدم تعاون کی تجویز منظور کی اور اس غرض کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی کہ عدم تعاون کا لائحہ عمل مرتب کر کے تمام ملک میں اس کی اشاعت کرے۔ یہ کمیٹی مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل تھی: گاندھی جی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، حاجی احمد صدیق کھتری۔

تحریک خلافت کی تائید میں تقریریں کرنے پر مولانا محمد فاخر الہ آبادی اور مولانا سید احمد دہلوی کو سزائیں ہوئی تھیں اور لالہ امیر چند پشاوری نظر بند کئے گئے تھے۔ جلسے میں ان کے لئے مبارک باد کی قرارداد منظور کی۔

گاندھی جی نے اس اجلاس کے بعد وائسرائے کو خط لکھا جس میں اپنے تحریک عدم تعاون جاری کرنے کے عزم سے آگاہ کیا۔ 18 جولائی کو ''خلافت کمیٹی'' کے زیر اہتمام لکھنؤ میں عدم تعاون کے لئے ایک عظیم جلسہ ہوا۔ گویا مسلمانوں کی تحریک خلافت ہندوؤں کی ''تحریک عدم تعاون'' کا جز بن گئی۔

ہجرت کی تحریک:

مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا اور کسی نہ کسی صورت میں حکومت کے خلاف کوئی اقدام کرنا چاہتے تھے۔ جولائی 1920ء میں انہوں نے ہجرت کی تحریک شروع کر دی، اور سندھ میں اس کا بڑا زور تھا۔ کچا گڑھی (صوبہ سرحد) میں مہاجرین اور فوج کے درمیان سخت تصادم ہوا، جس سے مسلمانوں کا جوش اور بڑھا۔ تقریباً اٹھارہ ہزار آدمی اپنا مال و متاع اور جائیدادیں فروخت کر کے افغانستان کی طرف روانہ ہو گئے تھے، مگر افغانستان نے جلد ہی اپنی سرحد میں مہاجرین کا داخلہ بند کر دیا اور جان و مال کے زبردست نقصان کے ساتھ یہ تحریک ختم ہو گئی۔ بقول جناب سید حسن ریاض: ''اچھا ہوا'' کہ ختم ہو گئی۔ بس یہی ایک اقدام تھا جو مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے کیا''۔

خلافت کمیٹی نومبر 1919ء ہی میں یہ طے کر چکی تھی کہ گاندھی جی کے مشورے کے مطابق حکومت سے تعاون ترک کیا جائے۔ پھر متواتر اُس نے اس فیصلے کی توثیق کی، کلکتے کے اجلاس میں، دوسرے مقامات پر اور بالآخر 17 اپریل 1920ء کو ''آل انڈیا خلافت کانفرنس'' کے اجلاس منعقدہ مدراس میں۔ اس معاملے میں مسلمانوں کو کوئی پس و پیش نہیں تھا۔ خلافت کمیٹی نے یکم اگست 1920ء کو تمام ملک میں ایک ہڑتال کرائی اور گاندھی جی کو تحریک کا لیڈر قرار دیا۔ گاندھی جی نے اپنے تمام تمغے حکومت کو واپس کئے اور باضابطہ عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی۔ اس وقت سے گاندھی جی اور علی برادران نے ملک کا دورہ شروع کیا۔ اس دورے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے بڑھتے ہوئے جوش و جذبہ میں ضبط و نظم پیدا کیا جائے۔

نیشنل کانگریس اور عدم تعاون:

کانگریس کا وہ خاص اجلاس جس کے متعلق بنارس میں طے ہوا تھا کہ طلب کیا جائے، 4 ستمبر 1920ء کو کلکتے میں منعقد ہوا۔ مسٹر سی آر داس، سرکاری کونسلوں اور عدالتوں کے بائیکاٹ کے خلاف تھے، مگر پھر بھی سبجکٹس کمیٹی میں، سات رایوں کی اکثریت سے، گاندھی جی کی قرارداد منظور ہو گئی اور کھلے اجلاس میں، بہت بڑی اکثریت سے کانگریس

کی اس نہایت اہم قرارداد میں خلافت کے مسئلے پر حکومت برطانیہ کی بدعہدیوں اور وعدہ خلافیوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ قرار دیا گیا کہ ہر غیر مسلم ہندوستانی کا یہ فرض ہے کہ ہر جائز طریقے پر اس سعی میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے جو مذہبی مصیبت اُن کے سر پر آ گئی ہے' وہ دُور ہو جائے۔ اس کے بعد یہ شکایت کی گئی کہ جن سرکاری عہدے داروں نے پنجاب میں مظالم کئے' ان کو بری کر دیا گیا۔ دارالعوام اور دارالامراء (برطانوی پارلیمنٹ کے دونوں ایوان) نے اپنی روش سے یہ ثابت کیا کہ ان کو ہندوستانیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے اور وائسرائے کا تازہ اعلان اس کا ثبوت ہے کہ خلافت اور پنجاب کے معاملے میں ان کو قطعی کوئی ندامت نہیں ہے۔ اس پر کانگریس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ جب تک ان مظالم کا مداوا نہیں کیا جائے گا' ہندوستان میں امن وسکون نہیں ہو سکتا' اور آئندہ مظالم کو روکنے اور قومی وقار و مفاد کا واحد اور موثر تقاضا یہ ہے کہ سوراج قائم ہو۔ قرارداد کا بقیہ حصہ عدم تعاون کے لائحہ عمل کی تفصیلات پر مشتمل تھا۔

کلکتے میں اگرچہ عدم تعاون کی قرارداد منظور ہو گئی' مگر کانگریس میں ابھی خاصا عنصر تھا' جس کو یہ نئی تحریک پسند نہ تھی۔ ناگپور میں کانگریس کا سالانہ اجلاس (دسمبر **1920**ء) منعقد ہوا۔ یہ اجلاس بڑا اہم تھا۔ جتنے وفود اس اجلاس میں شریک ہوئے' اس سے قبل کبھی نہیں ہوئے تھے۔ تمام ارکان وفود کی تعداد چودہ ہزار **584** تھی' جس میں ایک ہزار پچاس مسلمان تھے۔ **169** خواتین تھیں۔ کانگریس کے بڑے پرانے لیڈر وجے راگھو اچاریہ' جن کی علمی عظمت کی بڑی شہرت تھی' اس اجلاس کے صدر تھے۔ اس کانگریس کے فیصلوں پر اگر تمام دنیا کی نہیں تو' سلطنت برطانیہ کی نظر ضرور تھی۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی کے چند سرکردہ لیڈر اس اجلاس میں شرکت کے لئے انگلستان سے آئے تھے۔

سی آر داس جو تحریک عدم تعاون کے خلاف تھے' کمربستہ ہو کر آئے کہ کلکتہ کے فیصلے کو الٹ دیں گے۔ اُن کے ساتھ **450** نمائندے تھے۔ لیکن مولانا محمد علی جوہر نے یہ کمال کیا کہ سی آر داس کی رائے بدل دی اور اس حد تک کہ کھلے اجلاس میں عدم تعاون کی قرارداد سی آر داس ہی نے پیش کی۔ مسٹر بپن چندر پال' پنڈت مدن موہن مالوی' کھاپرڈے اور محمد علی جناح عدم تعاون کے خلاف تھے۔ جناح صاحب نے قرارداد کی مخالفت میں ایسی پُرزور اور مدلل تقریر کی کہ اجلاس پر سناٹا چھا گیا۔ گاندھی جی نے جناح صاحب کے دلائل کا جواب دینے کے لئے مولانا محمد علی کو دعوت دی۔ مولانا محمد علی نے بڑی بلند آہنگ تقریر کی۔ اپنے اپنے رنگ میں یہ دونوں ہم نام ہندوستان کے عظیم مقرر تھے۔ مگر تقریر اور استدلال کی وجہ سے نہیں' اس وقت ملک کا ماحول اور اجلاس کا مزاج عدم تعاون کی تائید میں تھا' اس لئے دلائل پر جذبات غالب آ گئے۔ محمد علی جناح اجلاس کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے اور اُسی وقت سے اُن کے اور کانگریس کے درمیان مفارقت ہو گئی۔

اس اجلاس میں کانگریس کا عقیدہ اس حد تک بدلا گیا کہ ''برطانیہ کے ساتھ ہندوستان کے تعلق'' کے قرارداد احتجاج میں ''آئینی طریقوں'' کی پابندی اس سے خارج کر دی گئی۔ مسلم لیگ اور خلافت کانفرنس کے اجلاس بھی اسی ہفتے کے اندر ناگپور میں ہوئے۔ خلافت کانفرنس کے صدر مولانا عبدالماجد بدایونی تھے۔ عدم تعاون کے متعلق خلافت کانفرنس کو کچھ نہیں کہنا تھا۔ وہ پہلے ہی اس کو قبول کر چکی تھی اور عملاً اس کی تعمیل میں مصروف تھی۔ البتہ اس کی قوت میں اب بہت اضافہ ہو گیا۔ صرف گاندھی جی بہ حیثیت لیڈر نہیں' بلکہ پوری کانگریس اور اُس کے ساتھ ہندو قوم' خلافت کمیٹی کی حلیف بن کر میدان میں آ گئی۔

خلافت کانفرنس اور نیشنل کانگریس کا اشتراک:

خلافت کانفرنس اور نیشنل کانگریس کے اشتراک سے عدم تعاون کی تحریک زلزلے اور طوفان کی طرح چلی۔ ''الیکشن میں ووٹ نہ دو'' اس اپیل کا ایسا اثر ہوا کہ بیلٹ بکس خالی پڑے رہے اور پولنگ بوتھ ویران۔ جن جن خلافتی اور کانگریسی امیدواروں نے اپنی الیکشن مہم پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا تھا' انہوں نے اپنے نام واپس لے لئے۔ عدالتوں اور کالجوں کے بائیکاٹ میں اگرچہ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی' تاہم لوگوں کے دلوں سے انگریزی عدالتوں کا وقار جاتا رہا۔ بہت سے وکیلوں اور بیرسٹروں نے پیشہ ترک کر دیا اور تحریک میں شریک ہو گئے۔ بہت سے طلبہ نے تعلیم ترک کر دی اور قومی تحریک میں رضا کارانہ کام کرنے لگے۔ صرف ایک شہر کلکتہ میں تین ہزار طلبہ نے (جنوری **1921**ء) اپنے کالج چھوڑے اور اُن کے لئے وہاں نیشنل کالج قائم کیا گیا۔ ایسے ہی قومی کالج دوسرے مقامات پر بھی قائم ہوئے۔ جیل جانے اور گولی کھانے میں مسلمانوں کا قدم ہندوؤں سے بہت آگے تھا۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تحریک عدم تعاون کی تمام قوت مسلمانوں کے طبعی جوش وجذبے سے تھی۔

ناگپور اجلاس کی قرارداد میں کانگریس نے ''خلافت'' کے ساتھ ''سوراج'' کو بھی عدم تعاون کے مقاصد میں داخل کر لیا اور خلافت کانفرنس کا پروگرام بالکل ایک تھا' مگر ترکوں اور یونانیوں کی جنگ کے معاملے میں خلافت کمیٹی اس میں کچھ اضافے کرتی تھی۔ سمرنا کے مظلومین کے لئے چندہ کیا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے بائیکاٹ کے پروگرام کے مطابق ولایتی کپڑے جلائے جاتے تھے۔ مسلمان اپنے ولایتی کپڑے مظلومین سمرنا کو بھیجتے تھے۔

وہ جنگیں جو اناطولیہ' سمرنا اور تھریس میں ہو رہی تھیں' مسلمانانِ ہند کو اپنے گھروں کے صحن میں محسوس ہوتی تھیں اور اُن کے اچھے اور برے نتائج سے وہ جذباتی طور پر اتنے ہی متاثر ہوتے تھے جتنے خود ترک ہوں گے' مگر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہندوستانی مسلمان میدانِ جنگ میں ترکوں کے دوش بدوش تو نہیں لڑ سکتے تھے' البتہ ترکوں کی فتح کے لئے دعائیں کرتے' اور اُن کی حمایت کی پاداش میں گولیاں کھاتے اور جیلوں میں جاتے تھے۔ ہر معرکے سے پہلے ہندوستان کی مسجدوں اور میدانوں میں لاکھوں مسلمان دعا کے لئے جمع ہوتے تھے' جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور ان عظیم اجتماعات میں پُرزور قراردادیں پاس کر کے اور پُرجوش تقریریں کر کے اتحادیوں پر' اور خصوصاً برطانیہ پر اخلاقی دباؤ ڈالتے تھے کہ ''معاہدۂ سیورے'' تبدیل کریں اور یونانیوں کی طرف داری بند۔ جولائی **1921**ء میں عسکی شہر پر ترکوں نے یونانیوں کو شکست دی۔ پھر افیوم قراحصار پر۔ اس کے بعد تقریباً ایک سال میدان جنگ میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔

ہندوستان کی بے اسلحہ جنگ کا منظر مختلف تھا۔ سکولوں' عدالتوں اور برطانوی مال کے بائیکاٹ کے علاوہ سب سے زیادہ اہم' اور برطانیہ کے لئے وحشت ناک' پرنس آف ویلز کی آمد کے سلسلے میں جو تقریبات ہونے والی تھیں' اُن کا بائیکاٹ تھا۔ حکومت برطانیہ نے تحریک عدم تعاون کا زور دیکھ کر نئی اصلاحی کونسلوں کے افتتاح کی رسم ڈیوک آف کناٹ کے ذمے کر دی جو شاہ انگلستان کے چچا تھے۔ بہر حال تقریبات اور مراسم اُن کی آمد پر بھی ہوئی تھیں۔ خلافت کانفرنس نے ہندوستانیوں کو ہدایت کی کہ ان سب کا بائیکاٹ کریں اور وہ کیا گیا۔

جلیانوالہ باغ' امرتسر میں مظالم ڈھانے والے جنرل ڈائر کو اگرچہ برخاست کر دیا گیا تھا' جس کی وجہ سے وہ پنشن سے محروم ہو گیا تھا۔ مگر انگریز عورتوں نے اس کو اپنی جان اور آبرو کا محافظ قرار دے کر' ہندوستان میں بیس ہزار پونڈ کی رقم چندے سے جمع کی اور اپنی طرف سے بطور ہدیہ اُس کو پیش کی۔ مزید برآں ہندوستان اور انگلستان میں عوامی تقریب کے ساتھ جنرل ڈائر کو تلوار پیش کی گئی اور اس طرح اس کو ہیرو قرار دیا گیا۔ کرنل جانسن کو بھی' جس نے جنرل ڈائر ہی کی طرح پنجاب میں مظالم کئے تھے۔ برخاست کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو ہندوستان میں کوئی پرائیویٹ تجارتی ملازمت دے کر خوش اور مطمئن کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈیوک آف کناٹ کی نرم و شیریں گفتگو سے اگر کوئی اچھا اثر مرتب ہونے والا تھا بھی' تو وہ ضائع ہو گیا۔ (جاری ہے)

مولانا ابوالکلام آزاد کا
الہلال اور اس کی دعوت

عبد الرشید عراقی

مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادر روزگار شخصیت تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین اور سحر طراز ادیب تھے۔ علوم اسلامیہ کے متبحر عالم اور بلند پایہ مفکر اور مدبر تھے۔ مفسر قرآن' محقق' مورخ' نقاد' مبصر' دانشور' مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے صحافی بھی تھے۔ آپ نے اپنی علمی زندگی کا آغاز صحافت سے کیا اور اس وقت آپ کی عمر 13 سال تھی۔ مولانا آزاد نے جو رسائل خود جاری کئے۔ ان کے نام یہ ہیں: 1899 ماہنامہ نیرنگ عالم' 1911ء میں ہفتہ وار المصباح اور 1903ء میں ماہنامہ لسان الصدق جاری کیا۔ 13 جولائی 1912ء کو ہفتہ وار الہلال جاری کیا۔ جو 16 نومبر 1914ء تک جاری رہا۔ 13 نومبر 1915ء کو ہفتہ وار البلاغ جاری کیا جو اپریل 1916ء تک جاری رہا۔ جون 1927ء میں دوبارہ الہلال جاری کیا۔ جو صرف 6 ماہ جاری رہ کر دسمبر 1927ء میں بند ہو گیا۔

الہلال ایک دینی پرچہ تھا۔ سیاسی نہیں تھا اور مولانا آزاد اس کا کئی بار ذکر کر چکے تھے۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ:

> الہلال کا اہم ترین حصہ اس کا دینی حصہ تھا اور مولانا تو ہمیشہ اس پر اصرار کرتے تھے کہ الہلال خالص دینی پرچہ ہے' سیاسی ہرگز نہیں' شروع ہی سے اس بات پر خاص زور دیا جاتا تھا کہ الہلال ایک دعوت لے کر اٹھا ہے' محض اخبار نکالنے کی خاطر اخبار نہیں نکالا گیا۔ اور وہ دعوت ایک دینی دعوت ہے۔ سید سلیمان ندوی' عبدالسلام ندوی' وغیرہ اور خود مولانا کے قلم سے اسلامی موضوعات پر الہلال کے مقالے آنا بھی خاصے کی چیز ہیں"۔

مالک رام اپنے ایک مضمون میں الہلال کی دعوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> الہلال کا پہلا شمارہ 13 جولائی 1912ء کو شائع ہوا تھا۔ جیسا کہ انہوں نے شروع سے بار بار اعلان کیا کہ ''الہلال'' ایک دعوت تھا۔ جس کا مقصد دین اسلام کی تجدید اور اس کے بنیادی اصول امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو زندہ کرنا تھا"۔

مولانا امداد صابری ''الہلال'' کی دعوت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> الہلال میں مذہب' سیاست' معاشیات' جغرافیہ' تاریخ' عمرانیات' سوانح' ادب اور حالات حاضرہ پر اعلیٰ معیار کے مضامین چھپتے تھے۔ مولانا آزاد سیاست اور مذہب کو علیحدہ نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ دونوں کو یک جان دو قالب قرار دیتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ نہ تو گورنمنٹ پر اعتماد کیجئے اور نہ غیر اللہ کی اطاعت کیجئے۔ ان کے نزدیک اسلام کے بتائے ہوئے اصول توحید پر ایمان' خیر الامم ہونے کا احساس' عدل واعتدال' صلح وامن' نیکی کی حفاظت' فساد کی روک تھام کے لئے سعی کرنی چاہئے۔ اور شخصی اقتدار کو قطعاً تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔ وہ اعلائے کلمۃ الحق پر کاربند ہونے کی تلقین کرتے تھے اور جبروتی وفرعونی طاقت وقوت کے سامنے جھکنے کو اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ حق وصداقت کے لئے جہاد کرنا' ظلم واستبداد کے خلاف آواز اٹھانے کو عین اسلام قرار دیتے تھے۔ مولانا آزاد ہر اس بات کی مخالفت کرتے تھے۔ جو ظالم و جابر حکومت کے زیر سایہ ہو۔ جو شخص حکومت کی بے جا حمایت کرتا تھا۔ اور ملک وملت کے مفاد کو اپنے مفاد پر قربان کرتا تھا۔ اس کو انسانیت' مذہب اور قوم وملت کا بدترین دشمن سمجھتے تھے۔ الہلال میں مولانا آزاد نے اپنے ان ہی انقلابی خیالات کا اظہار کیا۔ الہلال کی ہر سطر اور ہر لفظ انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔

ملت اسلامیہ کی روح غفلت میں سو رہی تھی۔ الہلال کی تحریک و دعوت پر بالآخر جدو جہد کے میدان میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ جدو جہد ایسا سفر تھی۔ جس کی بندھی ہوئی منزلیں تھیں۔ ٹھہرائی ہوئی رسم و راہ تھی۔ مولانا نے الہلال کے ذریعے ملت اسلامیہ کو بے شمار رکاوٹوں کی نشاندہی کی۔ اور ناگزیر مشکلات کے مقابلہ کی سکت اور برداشت کی توانائی پیدا کی۔ الہلال درحقیقت نالہ جرس تھا۔ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اور دین اسلام کو ایک عالمگیر مذہب ہونے پر پختہ یقین رکھتے تھے۔ اور اسلام کو محض ایک ذہنی تصور اور عقائد و عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کے لئے ایک مکمل قانون اور ضابطہ حیات قرار دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

> اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور مکمل قانون لے کر آیا ہے اور اسلامی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں' جس کے لئے وہ حکم نہ ہو' وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے' اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی' سیاسی ہو یا معاشرتی' دینی ہو یا دنیاوی' حاکمانہ ہو یا محکومانہ' وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا۔ وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ کا حلقہ درس ہے۔ جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ وہ پھر کسی انسانی دست گیری کا محتاج نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین' حق الیقین' نور و کتاب مبین' تبیانا لکل شی' بصائر للناس' ہادی ہدی الی السبیل' جامع ضراب وامثال' بلاغ للناس' حاوی بحر و بر اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ وہ ایک روشنی ہے اور جب روشنی نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو' خواہ سیاسی"۔ (الہلال' 8 ستمبر 1912ء)

مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب قرآن مجید سے دوری اور جہاد سے کنارہ کشی ہے۔ اور ان کا عروج اور ترقی قرآن سے محبت' اور اس کی تعلیمات و احکامات پر عمل اور جہاد سے محبت اور عشق ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

> ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل واعتقاد کے لئے بھی قرآن کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنائے' وہ مسلم نہیں' بلکہ شرک فی الصفات اللہ کی طرح شرک فی الصفات القرآن کا مجرم ہے اور اس لئے مشرک ہے۔ (الہلال' 8 ستمبر 1912ء)

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں کہ:

> مسلمانوں کا ساری مصیبتیں صرف اسی غفلت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا۔ اور وہ سمجھنے لگے کہ صرف نماز' روزہ کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے' نہ تعلیمی' نہ تمدنی اور سیاسی اعمال سے کیا سروکار' اسی خیال نے ان کو قرآن سے دور کیا اور جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے۔ اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی۔ اور جس راہ میں قدم

اٹھایا۔ گمراہی کی ظلمت سے دوچار ہوئے۔
(الہلال 8 ستمبر 1912)

مولانا آزاد نے واضح کیا کہ مسلمانوں کی ترقی کے اسباب قرآن کریم کی اشاعت اور اس کی تبلیغ اور اس کی تعلیمات واحکامات کی تعمیل کی وجہ سے ہوئی۔ فرماتے ہیں:

قرآن پاک دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ جس کے ذریعے کشورِ انسانیت کی تعمیر ازسرِنو ہوئی۔ جس نے نیکوں کا ایک لشکر ترتیب دیا جس نے صدیوں کی پھیلی ہوئی گمراہیوں کو شکست دی۔ اور قرآنی بندگی اور پرستش کی ایک ایسی بادشاہت قائم کردی۔ جس کے آگے دنیا کی تمام ماسوا اللہ طاقتیں سرنگوں ہوگئیں"۔
(الہلال 15 اگست 1912)

مولانا آزاد مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اسلام اور جہاد ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں اور ایک ہی معنی کے لئے دو مترادف الفاظ ہیں۔ اور اسلام کے معنی جہاد ہیں اور جہاد کے معنی اسلام' پس کوئی ہستی مسلم ہوہی نہیں سکتی۔ جب تک کہ وہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ مسلم نہ ہو۔ اسلام کی لذت اس بدبخت کے لئے حرام ہے۔ جس کا ذوقِ ایمانی لذتِ جہاد سے محروم ہو اور ذہن پرگو اس نے اپنا نام مسلم رکھا لیکن اس کو کہہ دو کہ آسمانوں میں اس کا شمار کفر کے زمرے میں ہے۔ (الہلال 27 نومبر 1912ء)

الہلال دراصل ایک صورِ قیامت تھا۔ جس نے مردہ دلوں میں ایک نئی جان ڈال دی اس لئے تو شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے فرمایا تھا کہ:

ہم سب کام بھولے ہوئے تھے۔ الہلال نے یاد دلایا۔

Shoba Samo Basr
presents
Round Table with Dr. Israr Ahmad

A lecture series to a group of Professors from USA and UK

now available in DVDs and VCDs

DVD Set (3 DVDs) Rs: 330/-
*Pal System

VCD Set (12 CDs) Rs: 360/-
*Postage is not encluded

Maktaba Khuddam-ul-Qur'an
Quran Academy, 36-K, Model Town, Lahore
Ph: 5869501 to 03 Fax: 5834000
Email: maktaba@tanzeem.org

Lectures Details

1- Human Personality and the two forms of Knowledge
2- Islam, Iman and Jihad
3- The Political and Economic System of Islam
4- Social System of Islam with special reference to the status of Women
5- Islamic Intellectual History in modern South Asia, with a special reference to Pakistan
6- The Islamic Revolution and contemporary Pakistan versus the Prophetic Model of Establishing Islam and the Total Politico Socio Economic System

Every lecture is followed by Question & Answer Session

انتخاب: قاضی عبدالقادر

زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو مسلمانوں میں مال و دولت جمع ہونا اور عیش و تنعم کی رغبت ہونا فطری بات تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جب یہ زمانہ پایا تو وہ شام میں تھے۔ انہوں نے جب مسلمانوں کو مال و دولت اکٹھا کرتے دیکھا تو نعرۂ حق بلند کیا:

بھائیو! اس دولت کو اکٹھا کرنے میں سراسر ہلاکت ہے۔ اللہ کا حکم ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ
(التوبہ: 34)

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دو۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ کے اس نعرۂ حق نے تمام شام میں تہلکہ مچادیا۔ شام کے گورنر امیر معاویہؓ اور دوسرے صحابہؓ کو ان کی رائے سے کچھ اختلاف تھا۔ لیکن وہ گورنر یا دنیا کی کسی طاقت سے ڈرنے والے کب تھے۔ وہ بلاجھجک اعلان کرتے تھے "اے دولت مندو! تم اگر اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو قیامت کے دن تمہاری جمع کی ہوئی دولت سے تمہارے چہروں' کروٹوں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔"

قوم میں انتشار پیدا نہ ہو اس ڈر سے امیر معاویہؓ نے انہیں مدینہ روانہ کردیا۔ مدینہ آکر بھی انہیں ہر وقت یہی دھن سوار تھی۔ اپنا یہ مخصوص پیغام لوگوں کو سناتے۔ جگہ جگہ مباحثہ اور مناظرہ کرتے تھے' جگہ جگہ دولت جمع کرنے کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان کا انتہاپسندانہ طرزِ عمل دیکھ کر ان کو فتویٰ دینے سے منع کردیا۔ لیکن ابوذر غفاریؓ بھلا اس پابندی کو کیسے گوارا کرسکتے تھے۔ انہوں نے کہا "اگر میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے یقین ہوجائے کہ گردن کٹنے سے پہلے میں وہ سنا سکوں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو خدا کی قسم ضرور سنادوں گا۔"

(ماہنامہ ہدیٰ مارچ 1979ء)

تفسیرِ عثمانی تحفتاً حاصل کیجئے

صرف ان حضرات وخواتین کے لئے جو پڑھنے کا پکا ارادہ رکھتے ہوں

صبح 10.00 بجے دن تا 12:00 بجے

کے دوران درج ذیل مقام سے حاصل کریں

الہدیٰ لائبریری

کورائی محلہ' وارڈ نمبر 13' باندی روڈ' مورو' ضلع نوشہرو فیروز

رابطہ: 410718(0752)' 0300-2368462

تنظیم اسلامی لاہور کا سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور کا سہ ماہی اجتماع 24 دسمبر 2004ء جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔ امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید نے اجلاس کی صدارت کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ چھاؤنی تنظیم کے رفیق محمد مبشر صاحب نے رفقاء کی تنظیمی ذمہ داریوں کے حوالہ سے مدلل اور پُر مغز گفتگو کی۔ حلقہ لاہور کے امیر مرزا ایوب بیگ نے حلقہ کی مجموعی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ رفقاء کی کارکردگی مایوس کن نہیں لیکن ایسی حوصلہ افزاء بھی نہیں کہ جسے سراہا جاسکے انہوں نے مبشر صاحب کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ رفقاء کے حالات کی نزاکت کو محسوس کریں اور پوری دلجمعی سے سرگرم عمل ہو جائیں۔ انہوں نے رفقاء کو تلقین کی کہ وہ ہر جمعۃ المبارک کو سورہ کہف کی تلاوت کریں کیونکہ یہ وہ نسخہ ہے جو حضور ﷺ نے دجالی فتنہ سے بچنے کے لئے امت کے لئے تجویز کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے ان حقوق کی الگ الگ فہرست موجود ہے لیکن قابل رشک ہیں وہ لوگ جو اقامت دین کی مخلصانہ جدوجہد کرتے ہیں کیونکہ اس طرح ایک مسلمان بیک وقت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے صدارتی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ابھی جو رپورٹ سامنے آئی ہے اس میں بعض پہلوؤں سے صورت حال تسلی بخش نہیں ہے شرم ساری بھی ہے لیکن بعض پہلو سے صورت حال حوصلہ افزا بھی ہے مثلاً ان پانچ ماہ میں نئے شامل ہونے والوں کی تعداد حوصلہ افزا ہے۔ جوبات ایوب بیگ صاحب نے کہی ہے وہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حقوق اللہ کے حوالے سے جو حق ہم پر ہیں ان کو ادا کرنا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو خالق و مالک نے ایک ٹارگٹ دیا ہے جو سورہ تحریم کی آیت میں بیان ہوا ہے۔ جو یہ ہے کہ ”بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے“۔ اور اس ٹارگٹ کو حاصل کرنے کا طریقہ سورہ صف کی آیت نمبر 11 میں بتایا ہے ”پختہ یقین رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ“۔ پختہ یقین رکھو یعنی اس کا یقین اس کے عمل میں ڈھل جائے اور اگر اس یقین میں کمی ہے تو ساری فکر اس یقین کی کمی کو دور کرنے کی ہونی چاہئے۔ اقامت دین کی جدوجہد کی راہ میں قدم اٹھانے کی توفیق تو اللہ نے دی دی ہے اس کے بعد فی الوقت کیا کر سکتے ہیں؟ جماعت کے نظم کی پابندی اور دعوت کے کام میں کوشش۔ اور اس دعوت کے کام میں ہر شخص حصہ ڈال سکتا ہے۔ آپ دینی کام میں جو وقت بھی لگا رہے ہیں وہ سب اجر ہو جائیں گے۔ اسی طرح جو انفاق آپ کریں گے اس کا return آپ کو بہت اعلیٰ اور زیادہ ملے گا۔ اصل فضل یہ ہے کہ اس کام میں زیادہ سے زیادہ کھپنے کی اللہ توفیق دے دے۔ (مرتب: محمد یونس' حلقہ لاہور)

رپورٹ ماہانہ تربیتی شب بسری حلقہ سرحد جنوبی

حلقہ سرحد جنوبی کی ماہانہ تربیتی شب بسری مورخہ 18 دسمبر 2004ء کو بروز ہفتہ بعد نماز مغرب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود صاحب کے منتخب نصاب درس نمبر 1 سے شروع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ”اقامت دین کے لئے کام کرنے والوں کے مطلوبہ اوصاف“ کا ذکر علامہ اقبال کے خوبصورت اور برمحل اشعار سے کیا۔

نماز عشاء کے بعد محمد حامد نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔

نماز فجر کے بعد قاضی فضل حکیم نے منتخب نصاب کے درس نمبر 2 میں ”مؤمن کے مطلوبہ اوصاف“ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ایک جامع درس دیا۔ چائے کے وقفے کے بعد قاضی صاحب نے ”شکوہ“ نامی مضمون اور ذاتی احتسابی یادداشت رپورٹ بک سے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد رفقاء کو ”قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں“ کتابچہ دے کر دو گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا اور تیاری کے لئے مختصر وقت دیا گیا۔ مقررہ وقت گزرنے کے بعد باری باری ہر رفیق کو 10 منٹ کا وقت دیا گیا اور مطلوبہ کتابچے پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی گئی۔ تمام رفقاء نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جس کی قاضی فضل حکیم اور امیر حلقہ نے خوب حوصلہ افزائی کرتے ہوئے جہاں جہاں کمی بیشی ہوئی تھی اُن کی نشان دہی کرائی اور آئندہ کے لئے ایسے پروگراموں کے لئے تیاری کرنے کے طریقے بتائے۔ کل 23 رفقاء اور دو احباب نے اجتماع میں شرکت کی۔ ایک حبیب نے بیعت فارم پُر کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ مسنون دعا کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام کیا گیا۔ (رپورٹ: شیر قادر' معتمد حلقہ)

تنظیم اسلامی پنڈی کیمپ کا ماہ جنوری 2005ء کا تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی پنڈی کیمپ کا تربیتی پروگرام ماہ جنوری 2005ء مورخہ 28 جنوری بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت مقامی امیر جناب عبد الرحمان نوید صاحب نے کی۔

اس پروگرام میں رفقاء کی حاضری تقریباً (سو فیصد رہی) صرف ایک رفیق غیر حاضر رہا۔ بدوولی سے عبد الحمید صاحب' موضع کھڑپے سے محمد اقبال صاحب اور نئے رفقاء بھی موجود رہے۔ یہ پروگرام بعد از جمعۃ المبارک سوا دو بجے دفتر میں ہوا۔ چاروں اسروں کی نمائندگی دو دو مقرروں نے کی۔

1۔ سب سے پہلے حافظ نعیم صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوت اور مختصر تشریح کی۔ چونکہ نئے مقرر رفقاء کو موقع دینے کا فیصلہ ہوا تھا۔ ان رفقاء کو مقامی امیر صاحب نے عنوانات پہلے ہی دے دیئے تھے۔

2۔ محمد طاہر صاحب نے مطالعہ حدیث کے ضمن میں ایک حدیث مختصر پڑھائی' سمجھائی اور بعد ازاں سب کو یاد کرائی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ میں اس شخص کو جنت میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھگڑا چھوڑ دے اگرچہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ اس شخص کو اوسط درجے کی جنت میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو اور میں اس شخص کو اعلیٰ درجہ کی جنت میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں کہ جس کا اخلاق اچھا ہے“۔ (ابوداؤد) بعد میں اس حدیث پر انہوں نے مذاکرہ بھی کرایا۔ اس مذاکرہ میں عبد العزیز صاحب' عبد الرحمٰن صاحب اور قاضی محمد طاہر صاحب نے حصہ لیا اور موضوع کے حوالے سے اپنے تشریح کی۔

3۔ 5 فروری 2005ء کی حلقہ شمالی پنجاب کے دفتر میں ملتزم و نائب نقباء کی تربیت گاہ کے ایجنڈے میں تعارف تنظیم اسلامی کتاب کے صفحہ نمبر 26 پر قرار داد تاسیس شامل ہے۔ مقامی امیر نے اس قرار داد تاسیس کو پڑھا اور اس کی توضیحات کو بھی پڑھ کر سمجھایا۔ اور 5 فروری 2005ء کی تربیت گاہ کی اہمیت سب پر واضح کی اور ملتزم اور نقباء کو حکم دیا کہ وہ 5 فروری 2005ء کے پروگرام میں شرکت کریں۔

4۔ قرآن کالج کے سیکنڈ ایئر کے طالب علم مبشر عارف نے بعد ازاں شہادت علی الناس کے موضوع پر سیر حاصل تقریر کی۔ ان کی تقریر کو سب رفقاء نے بہت پسند کیا اور قرآن کالج کے اساتذہ اور دیگر منتظمین کا شکریہ ادا کیا کہ جن کی محنت و کاوشوں سے ایسے افراد تیار کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قرآن کالج کو اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران کرے۔

ملتزم عبد العزیز صاحب نے زندگی گزارنے کے تحقیقی طریقے بھی سمجھائے جو کہ سب نے بہت پسند کئے۔

5۔ قاضی محمد طاہر نے ”فرائض کا جامع تصور“ پر اپنے انداز میں بہترین خطاب کیا۔ مبتدی رفیق عامر سہیل نے دین اور مذہب کا فرق بیان کیا۔ ناظم دعوت جناب منیر صاحب نے سب رفقاء کو ایک ذکر اور ایک دعائی سکھائی۔ اس کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں عمر ذیشان بھی شریک ہوئے۔

6۔ اس دفعہ تنظیم کا دعوتی پروگرام ایک مضافاتی قصبے میں ہوا۔ یہ قصبہ ڈھلیاں کہلاتا ہے اور یہاں ڈھلیاں آئل فیلڈ قائم ہے۔ مسجد فاروق اعظم میں رفقاء کے علاوہ 12 احباب شریک ہوئے۔ بعد ازاں سجاد صاحب کے گھر میں ٹی پارٹی کا اہتمام ہوا جس میں سب رفقاء نے شرکت کی۔ اس میں رفقاء کی تعداد 10 رہی۔

☆ مبتدی رفیق محمد اشفاق صاحب مورخہ 30 جنوری 2005ء کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے۔ ان کی دعوت ولیمہ بروز اتوار کو ہوئی جس میں زیادہ تر رفقاء شریک ہوئے۔

(محمد طاہر' تنظیم اسلامی پنڈی کیمپ)

ماہانہ درس قرآن اسرہ خواتین تنظیم اسلامی سکھر

11 جنوری 2005ء بروز منگل درس قرآن تنظیم اسلامی کی رفیقہ روبینہ کوثر کی بہن محترمہ نسرین صاحبہ کے گھر پر منعقد ہوا۔ جس کا انتظام اسرہ خواتین سکھر نے مل کر کیا۔ مدرسہ کے فرائض

اسرہ خواتین سکھر کی نقیبہ رقیہ سہیل نے انجام دیئے جس میں انہوں نے خواتین کو قرآن مجید کو سمجھنے اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی دعوت دی‘ معاشرتی برائیوں سے بچنے کی نصیحت کی۔ خواتین کی تعداد تقریباً 80 کے قریب تھی۔ جنہوں نے نہایت توجہ کے ساتھ درس سنا۔ نقیبہ صاحبہ نے سب حاضرین کے لئے خصوصی دعا کی۔ درس قرآن سننے کے بعد بعض خواتین نے اپنے اچھے خیالات کا اظہار کیا اور درس قرآن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ آخر میں میزبان نسرین صاحبہ نے سب خواتین کی تواضع کی اور درس قرآن میں شریک ہونے پر ان کا شکریہ بھی ادا کیا اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

(مرتب: سہیل خورشید)

[illegible]

تنظیم اسلامی بہاولپور بشمول منڈی یزمان اور مروٹ کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع 30 جنوری 2005ء بروز اتوار مسجد جامع القرآن مدینہ ٹاؤن بہاولپور میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز 10 بجے ہوا۔ راقم نے تمہیدی گفتگو کے بعد امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب کو درس قرآن کی دعوت دی۔ آپ نے سورۃ المائدہ کی آیت 54 کی روشنی میں اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کے ارکان کے اوصاف پر بیان فرمایا۔ آپ کا بیان تقریباً سوا گھنٹہ پر مشتمل تھا جسے حاضرین نے نہایت دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمایا۔ اس کے بعد راقم نے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کی اہمیت و ضرورت پر مختصر گفتگو کی جس کے بعد 15 منٹ کا وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد درس حدیث ہوا۔ جناب ذوالفقار علی صاحب نے نبی کریم ﷺ کے ایک نہایت جامع فرمان مبارک پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’پاکیزگی نصف ایمان ہے اور ’’الحمدللہ‘‘ ترازو کو بھر دیتا ہے۔ ’’سبحان اللہ والحمدللہ‘‘ دونوں کلمات بھر دیتے ہیں یا بھر دیتا ہے اس خلا کو جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور ’’نماز‘‘ روشنی ہے۔ ’’صدقہ‘‘ بخشش کی دلیل ہے اور ’’صبر‘‘ روشنی ہے اور ’’قرآن‘‘ تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص صبح اٹھتا ہے اور اپنے نفس کا سودا کرتا ہے (یعنی اپنے نفس کو داؤ پر لگا دیتا ہے) پس یا اسے آزاد کرا لیتا ہے یا اسے ہلاک کر دیتا ہے‘‘۔

درس حدیث کے بعد رفقاء و احباب کا مختصر تعارف ہوا‘ اور آخر میں امیر حلقہ نے عمومی گفتگو کی‘ حلقہ میں تنظیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی‘ علم کی اہمیت بیان کی اور اس سال ہونے والی تربیت گاہوں اور پروگراموں سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: سجاد سرور)

[illegible]

شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو نوبل پوائنٹ شادی ہال نارتھ ناظم آباد‘ گلستان انیس کلب شہید ملت روڈ اور ہل ٹاپ میرج لان گلستان جوہر میں درس قرآن کی محافل عرصہ دراز سے باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہو رہی ہیں۔ جنوری 2005ء میں ان محافل میں ایک اور مقام پی آئی بی لان پیر الٰہی بخش کالونی کا اضافہ ہو گیا۔

تنظیم اسلامی سوسائٹی کے زیر اہتمام پہلا درس قرآن اتوار 9 جنوری 2005ء کو ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی سوسائٹی جناب انجینئر نوید احمد نے ’’عظمت قرآن‘‘ کے موضوع پر خطاب کیا۔ امیر حلقہ سندھ زیریں جناب نسیم الدین صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ پروگرام سے ایک ہفتہ قبل علاقے میں بینرز اور ہینگر کے ذریعے پروگرام کی تشہیر کی گئی اور جمعہ 6 جنوری کو علاقہ کی جامع مسجد میں ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے۔ بانی محترم کی کتب پر مشتمل مکتبہ بھی لگایا گیا جس میں قابل ذکر فروخت ہوئی۔ پروگرام میں تقریباً 75 مرد اور 10 خواتین نے شرکت کی۔ (رپورٹ: شاہد حفیظ)

[illegible]

عید کے تیسرے دن مورخہ 23 جنوری 2005ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے کوئٹہ سے ’’بھاگ‘‘ کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ مقام 250 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ظہر کے قریب وہاں پہنچ گئے۔ چونکہ بھاگ میں پانی کی شدید قلت ہے اس لئے دو روزہ پروگرام رکھا گیا۔ پہلے دن دو لیکچر ہوئے ایک بعد نماز عصر اور دوسرا بعد نماز مغرب۔ پہلا لیکچر راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں عبدالسلام عمر صاحب نے دیا جو تقریباً 40 منٹ کا تھا۔ اس لیکچر میں تقریباً 25 افراد شریک ہوئے۔ دوسرا لیکچر ’’دین اور مذہب کا فرق‘‘ محبوب سبحانی صاحب نے دیا حاضری تقریباً 25 افراد کی تھی۔ دوسرے دن پہلا لیکچر ’’جہاد اور قتال‘‘ بعد نماز ظہر عبدالسلام عمر صاحب نے دیا۔ حاضری 15 افراد کی تھی۔ دوسرا لیکچر ’’منہج انقلاب نبوی‘‘ بعد نماز عصر محبوب سبحانی صاحب نے دیا‘ حاضری 20 افراد کی تھی اور پانچواں لیکچر ’’اجتماعیت اور بیعت‘‘ بعد نماز مغرب محبوب سبحانی صاحب نے دیا‘ جس میں تقریباً 25 افراد نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ صبح کے اوقات میں گورنمنٹ ہائی سکول بھاگ کے 16-15 اساتذہ کے سامنے تنظیم کی دعوت رکھی گئی۔ ہمارا قافلہ 7 رفقاء پر مشتمل تھا۔ راستے میں موسم نہایت سرد رہا بھاگ میں بھی بہت سردی تھی تینوں دن موسم ابر آلود رہا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین!

(رپورٹ: جاوید انور‘ معتمد حلقہ)

خلافت کے بغیر

مسعود جاوید

زندگی بے چارگی ہے عزم و ہمت کے بغیر
عزم و ہمت بھی ہیں بے معنی صداقت کے بغیر
تو گرفتارانِ آزادی یہ آزادی نہیں
امن و آزادی ہیں اک دھوکا خلافت کے بغیر
درد و داغ و اضطراب و اشک ہیں میرے رفیق
زندہ ہوں غیروں میں اپنوں کی رفاقت کے بغیر
رودِ موسیٰ کے کناروں کی وہ شادابی کہاں
دل لبِ راوی پہ تشنہ ہے محبت کے بغیر
باوجودِ نزہت و رنگ و نزاکت ‘ جیسے پھول
دلکش و جاذب نہیں ہوتا ہے نکہت کے بغیر

بس یونہی اے تاجدارِ نازِ حسنِ بے مثال
حسنِ صورت بے نمک ہے حسنِ سیرت کے بغیر

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

[illegible]

☆ نقیب اسرہ تنظیم اسلامی چھاؤنی لاہور عبدالعزیز کے والد صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق حافظ زوہیب طیب کے پھوپھا کا کراچی میں انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

رفیق تنظیم اسلامی سندھ عبدالعظیم صاحب کی خوش دامن صاحبہ علیل ہیں۔ رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

order to befriend the new, powerful entity. This land was taxed, and the surfs who worked it paid tithes to the Church. With more and more grants of land coming in, the Church grew greatly in size and wealth to become the mightiest of powers in the Middle Ages.

As the wealth and political influence started to lead to corruption, the Church became interested in management of this new power. In time, unrest among the common people, together with new emphasis on relating faith and reason, brought forth new ideas that challenged the Church's undisputed authority. [11] Therefore, the growing secular power of the Church and the new spirit of questioning between the early 1100s and the late 1500s that instigated unrest among European Catholics were the leading factors in the Protestant Reformation of the 1600s.

These days, there is no institution of monastery in the world of Islam that owns thousands of villas and serfs. The Mosque is not "bound by feudalism" the way archbishops, bishops and abbots in Germany "gave their loyalty to the king and became no different than great nobles, managing agriculture and owning military service." [12] That's why it seems nonsense to hear about Reformation of Islam.

At the time for Christian Reformation, Church leaders were stronger than secular rulers with the newly-founded power inherent in the institution. In the 1100s-1200s, an intricate network of leadership arose to command the dioceses, and the papacy became, for a time, the unrivaled and unchallenged power of medieval Europe. [13]

An exact opposite process is under way in the Muslim world today. At that time, the focus in the monasteries as well as in the Church hierarchy turned from imitating Christ as the savior of the poor and weak, to the gaining of affluence and power.

Today puppet regimes are embracing a religion proposed only to them by Bush-II and his devoted-to-Christianity-partners. The religion is secularized and the puppets are doing all they can from revising school curriculum to banning and diluting religious education in different ways and taking Muslims away from Islam. It is not the mosque controlling Muslim states, but Muslim states forcing mosques to toe a secular line.

At that time corruption became embedded within the Church's most powerful leadership positions, and the concerns of the Church turned away from spirituality to the defense of corrupt members and the retention of wealth enjoyed by the papacy.

The same is happening in the Muslim world today, but not in the religious circles. It is happening in the secular, ruling circles, filled with benighted opportunists, taking people away from spiritualism towards the much vaunted fruits of material development.

Poverty alleviation and economic developments are the rallying cries without have the oppressed and exploited public ever see the benefits of the billions of dollars which the US showers on secular puppets.

The Christian Reformation was not carried out by secularists and so-called humanists of that age. It was the true Christians who were able to step up and reform the Church's leadership when it could not have been needed more. [14] The initial reforms, intended to return the Church to the early and saintly days of spirituality, had instead created a centralized papal power vulnerable to far worse abuses. [15] And thus the process went on.

Whatever corruption and power usurpation was taking place at the time of Christian Reformation, it was not meant for spiritual uplift of the society or calling people towards religion. The Church was engaged in exactly what the corrupt dictators in the Muslim world are engaged in today: material gains and power.

In part because of the corruption in the Church, a series of philosophers arose. Each pondered methods of thought that bordered or crossed the boundary of what the Church at the time considered heresy. These philosophers influenced each other and also the general public of Europe. [16]

In the case of Reformation of Church, philosophy was promoted and scientific studies were presented to undermine some religious theories. In the case of Islam, each scientific discovery leads to further consolidating the message of the Qur'an and the kind of philosophy the Islamophobes promote to undermine Islam, is totally irrelevant. So besides the futility of using all other measures to Reform Islam, using philosophy as a weapon is also not going to do any wonders. [17]

The focus on misplaced Reformation has to shift to the Western world, mostly led by the United States and the US is the place where all the achievements of Reformation have not only reversed but touched the other end of the extreme.

The victory of the secularized territorial state was accompanied by the gradual secularization of European society and culture as a whole. Religious standards, by which economic, social, and political behavior had previously been measured, were to a large degree replaced by secular standards, ascertained primarily by the observation of social behavior. The relegation of religious authorities and faith to the background in European life marks the end of the Reformation Era and the beginning of the Era of so-called Enlightenment.

This trend was gradually reversing in the US for the last many years. In the last quarter of the 20th century the momentum toward de-secularizing the US increased considerably. The ultimate objective being establishing the Kingdom of God, the short term objectives was set to put political leaders and public officials with strong ties to Church in the position of power.

That dream was partially fulfilled with the inauguration of Bush-II in 2001 and will be completely fulfilled with the second inauguration in 2005 that has been made possible with the full backing of religious institutions, personalities and ordinary followers of faith.

This time around the scope of the darkness is global. The Church is behind the apparently secular state and the visible target is the Muslim world. The victims, however, are innocents both in the East and West.

Irrespective of the Church-and-state-alliance's success and failure in establishing the Kingdom of God, the world would witness an unprecedented scale of death and destruction if both Muslims and non-Muslims failed to understand and counter totalitarian designs of this alliance. At the moment, we see no way out of this darkness, particularly when this alliance of darkness is fully supported by the gang that keeps people blind and their minds shut. [18]

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 5

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

From Innocent-III to Bush-II

From the election of Pope Innocent-III on January 8, 1198 to the inauguration of Bush-II on January 20, 2001, it took a local Dark Age 803 years to turn into a global Dark Age.

The doubtful re-election [1] and second inauguration of Bush-II on January 20, 2005 under the shadows of growing "conspiracy theories," show how the world has entered into the darkest recesses where the partial domination of Church in Europe has been effectively replaced by a total domination of neocons: the product of a consummate church-and-state-alliance. [2]

These days, Bush-II has assumed the role of the first in the new line of corrupt popes, Innocent III, who asserted his view of his place in the world: "No king can reign rightly unless he devoutly serves Christ's vicar [the pope]. The priesthood is the sun, and monarchy the moon. Kings rule over their respective kingdoms, but ... the Lord gave Peter rule not only over the universal Church, but also over the whole world." [3]

In the views of Bush II, no elected or un-elected president or prime minister can reign rightly unless he devoutly serves the US president. The US government is the sun, and governments in Muslim world the moon. Presidents and prime ministers rule over the respective Muslim countries, but God gave the US president rule not only over the US, but also the whole world.

If we feel the reality is different than this, future historians will write that we were wrong and in total denial of the reality.

Just like Innocent III, Bush II, the Altar boy and Born-Again, claims that he talks to God and God told him to go to wars and kill more than 100,000 people to liberate them and impose democracy. [4]

In 1294 Boniface VIII issued the Unam Sanctum, a papal decree, outlining the pope's power. Many people might not have taken it serious at that time, but later historians declared this decretal as the "strongest statement of papal power ever made." [5]

Look for the words that we hear from Bush-II in the 13th century Unam Sanctum, which stated: "Now, therefore, we declare, say, determine and pronounce that for every human creature it is necessary for salvation to be subject to the authority of the Roman pontiff." Compare this with the US government engaging in the worst ever tortures, human rights abuse, massacres and genocides for subjecting others to what it considers necessary for their salvation and liberation.

The secular monarchy was not standing as tall behind Innocent III as the Church is standing firmly behind Bush-II's adventures in the occupied countries. Julian Coman and Bruce Johnston of British Daily Telegraph report from Rome on October 10, 2004: "Vatican buries the hatchet with Blair and Bush over Iraq," which means that the Vatican now officially approves and supports the ongoing genocide in Iraq in the name of democracy. [6]

Just like Vatican's reawakening to Jihad and approving Bush-II's waging the war for eliminating evil, Innocent III also granted the Catholic kings the right (and furthermore, he encouraged them wholeheartedly) to exterminate the Albigensians, a race in Northern Europe which the Church had failed to convert and which it now perceived as a possible threat to the Church's security, even though they were hardly a danger. Innocent was therefore encouraging the murder of a group that would not assimilate into Catholicism, an act of violence and with no relationship to the interests of Catholicism. [7]

Instead of condemning moral, legal and military excesses of the US government and the puppets it has put in place around the Muslim world, Islamophobes suggest Reformation of Islam to tame the perceived enemy. They are proposing all those measures which broke the back bone of Church's power. They are, however, doomed to failure because the phenomenon of medieval Church does not apply to the Islam.

Instead of thinking for some new form of reformation to break the Church and State Alliance that is pushing the world deeper into darkness and chaos, the message from struggling Muslim and non-Muslim Islamophobes is to "reform Islam" on the pattern of Christianity. This is absolutely impossible for many reasons.

To begin with, Islam is nowhere in power and it has not carried out systematic genocides and crimes against humanity as the world witnessed during the European Dark Age or as we are witnessing at the hands of the US and its allies with full motivation and full backing of the Church, both Catholic and Protestant.

Secondly, Christian Reformation was not about reforming religion or religious beliefs, which Islamophobes want Muslims to do. According to Professor Gerhard Rempel at Western New England College: "The rapidity with which the doctrines of Luther and the other reformers spread throughout Europe is evidence of a general concern over the question of salvation and also of a strong dissatisfaction with the secularized church for not adequately serving the religious needs of the people." [8]

According to Professor Gerhard Rempel at Western New England college, it was the "evil of secularization of the Church" which "were most dramatically reflected in the history of the papacy." [9] In the moderan, global dark age, the forces of darkness are pushing for Reformation the other way round, towards secularization of Islam.

Nothing of what was happening within the Church and Europe is happening in the Muslims world. We must remember that after the fall of the western half of the Roman Empire in 476, the Europeans turned to the strong guidance of the papacy and the Catholic Church to be the authoritative voice in their lives. [10] So the Church assumed the role, which the people expected of it.

In comparison, these days there is no authoritative Islamic institution in place, and as we will see in this write up, there is no place for such a theocracy in Islam.

Contrary to the present reality, secular rulers in early Europe recognized the growing power of the Church and gave vast grants of land to Church leaders in